ROOTS AND BRANCHES

اُصُول وفرُوع

یعنی
مسیحیوں کے انجیلی عقائد و فرائض ۔ کے اُصول

مؤلفہ

پادری جوزف ایل پاٹر صاحب ڈی ۔ ڈی

مشنری بہ ایران

Translated by

PROF. MUHAMMAD ISMAIL, M.A.
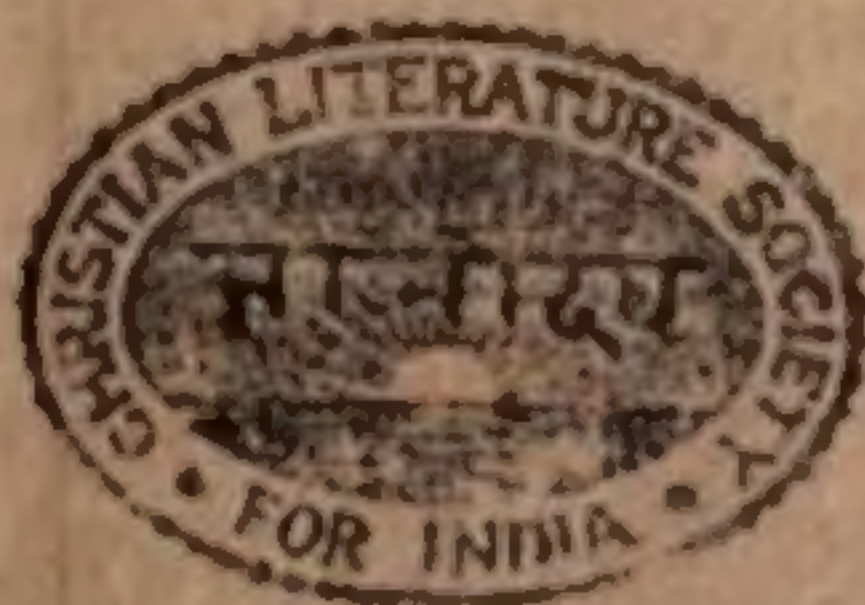
CHRISTIAN LITERATURE SOCIETY
FOR INDIA, PUNJAB BRANCH,
LUDHIANA.

1920

1st Edition, 1000.] Price As. 8 (*Paper*) As. 12 (*Boards*)

اُصُول و فرُوع

یعنی

مسیحیوں کے انجیلی عقائد و فرائض کے اُصُول

مُؤلفہ

پادری جوزف ایل پاٹر صاحب ڈی۔ڈی

مشنری بہ ایران

مطبوعہ مشن پریس الہ آباد

سنہ ۱۹۱۹ء

دیباچہ

یہ کتابچہ اُن کوششوں کا نتیجہ ہے جو مشنری زندگی کے متعدد فرائض کی بجاآوری کے ایّام میں کی گئیں۔ مؤلف سے درخواست کی گئی تھی کہ مسیحی عقائد و فرائض کا مختصر بیان بغرضِ اشاعت تحریر کرکے اُسکا فارسی زبان میں ترجمہ کرے۔ مؤلف نے چاہا کہ مُشکل اصطلاحات کو کام میں نہ لاوے بلکہ نہایت آسان عبارت میں اناجیل سے وہ تعلیمات اخذ کرے جو یقینی طور پر سب مسیحی مانتے ہیں اور نیز کلام اللہ سے مع حوالجات فرائض کو پیش کرے۔ تاہم بعد میں دیگر مآخذ سے اخذ کرنا بھی آسان و مناسب معلوم ہوا۔ اگرچہ بعض الفاظ و اصطلاحات کا مشرقی زبانوں میں ترجمہ کرنا یا اُنکے مترادف الفاظ و اصطلاحات بہم پہنچانا بہت مشکل اور بعض اوقات ناممکن تھا تو بھی آسان اور عام فہم عبارت سے کام لیکر تفہیم مقاصد پر اکتفا کی گئی۔

اِس قسم کی کتاب تالیف کرنے کی ذمہ داری اور سخت مشکل کو محسوس کرکے چند ہم خدمتوں سے اِس کام میں مدد کی استدعا کی گئی اور اپنے اہلِ وطن میں سے بھی دو تین صاحبان سے درخواست کی۔ چنانچہ اِسطرح سے بہت سے مُفید مشورے اور خیالات دستیاب ہوگئے اور کام میں لائے گئے یہاں

تک کہ مؤلف اس کتاب کو اپنی تصنیف نہیں بلکہ زیادہ تر تالیف خیال کرتا ہے۔
پس مؤلف اس قابلِ قدر مدد کے لئے اپنے تمام مددگاروں کا شکر
گزار ہے۔

بعض مضامین کا بیان طویل اور بعض کا مختصراً کیا گیا ہے
اور اسکا سبب یہہ ہے کہ اس کتابچہ کے مقصد کے موافق متلاشیانِ دینِ
حق اور نو مُریدوں کی عملی ہدایت کا خیال رکھا گیا ہے اور خاصکر اس امر
کی کوشش کی گئی ہے کہ مسیحی دین کے اصول اور راہِ نجات کا بیان نہایت
صفائی اور صراحت کے ساتھ کیا جاوے۔ چنانچہ کلام اللہ۔ تثلیث۔ راہِ نجات
اور دُعا کے مضامین پر مفصل بحث کی ہے۔

اُمید ہے کہ جن دیگر ممالک میں مشنری کام کی ضروریات اور باشندوں
کی حالت اسی قسم کی ہو وہاں بھی یہہ کتاب مفید ٹھہریگی۔ خدا کرے کہ
اس کتاب میں جو کچھ اُسکی پاک مرضی کے موافق لکھا گیا ہے کارآمد اور
مفید ہو۔ اُسکی جلالی انجیل اور اُسکے بیٹے ہمارے خداوند یسوع مسیح کے
جلال اور ایمانداروں کی مدد و ہدایت کی جسقدر اس کتاب کے وسیلہ سے
کوشش کی گئی ہے اُسپر اُس ذوالجلال کی برکت ہو۔

طہران - ایران
فروری ۱۹۲۳ء
جوزف ایل پاٹر

فہرستِ مضامین

تمہید

حِصّۂ اوّل

عقائد

بابِ اوّل

پاک نوشتے

الٰہی اصل۔ الٰہی الہام سے دئے گئے ہیں۔ اُن میں ترقّی پزیر خاص
اور عجیب موافقت۔ ایمان و اعمال کا ایک ہی بے خطا قاعدہ ہے۔ تمام
زمانوں کے تمام لوگوں کے لئے کافی اور سب کے سُننے پڑھنے اور مطالعہ
کے لائق ہیں۔

بابِ دُوم

خُدا۔ اُسکی وحدت اور صفات

الٰہی عرفان کے وسائل۔ اکیلا زندہ خُدا۔ اُسکی صفات خصوصاً پاکیزگی راستی اور محبت۔ کسی ایک صفت کو اتنا بڑا نہ بنانا کہ دیگر صفات کی متناقض ٹھہرے۔

بابِ سوم

پاک تثلیث

تثلیثِ اشخاص اور وحدتِ ذات۔ حقائقِ کلام اللہ۔ اِس تعلیم کے تین پہلو۔ اُلوہیتِ مسیح۔ شخصیت و اُلوہیتِ رُوح القدس۔ تعلیم تثلیث اختراعِ انسانی نہیں بلکہ الٰہی مُکاشفہ ہے۔ چونکہ الٰہی مُکاشفہ ہے اِسلئے اُسکی معقولیت سمجھ میں آسکتی ہے۔ محض خیالی بات نہیں بلکہ اُسکی تہ میں کفارہ کی تدبیر ہے۔ ایسا راز ہے جو فروتنی سے قبول کرنا چاہئے۔ دُنیا راز سے پُر ہے اور اُسکا خالق اِدراک سے برتر ہے۔ فارسی رُباعی۔

بابِ چہارم

الٰہی تدبیر۔ تخلیق۔ ربُوبیت اور کفّارہ

خُدا کی تدبیر اپنے جلالی کمالات کے اِظہار کے باب میں۔ خُدا کا جلال اِنسانی روشِ زندگی کا قاعدہ۔ خلقت۔ خُدا کی پروردگارانہ حکومت اور اُسمیں اُسکے

بندوں کی بہبودی۔ خُدا بدی کا بانی نہیں۔ مخلوق کی قوّتِ مرضی پر کچھ جبر نہیں کیا جاتا۔ برگزیدوں کی نجات کے باب میں خُدا کا ازلی ارادہ۔

بابِ پنجم

اِنسان۔ اُسکی اُفتادگی۔ اُسکی بحالی کی اُمید

اصلی حالت۔ آدم نے گناہ کیا۔ اُسکی نسل گنہگار۔ گناہ کی تعریف۔ خُدا کی شریعت سے اسکا واسطہ۔ اِس شریعت کا خاصہ۔ خُدا کے حضور میں گناہ کی صورت۔ گناہ کی مزدوری اور خطاکاری اور آلودگی اور قوّت۔ تمام بنی آدم گنہگار ہیں اور اگر گناہ کی سزا سے بچائے نہ جائیں تو ہلاک ہوجاوینگے۔ مسیح میں نجات کا اہتمام۔

بابِ ششم

اِبنُ اللہ کا تجسُّم اور اُسکا کام

ابنُ اللہ کا مطلب۔ مسیح کسطرح اِنسان بنا۔ اُسکی مَوت گناہ کا کفارہ۔ عہدِ عتیق اور جدید کی شہادت۔ مسیح کی مَوت اِنسان کے گناہ کا کفارہ دینِ عیسوی کی دائمی تعلیم۔ تجسُّم مسیح کی برکت۔ ابنُ اللہ ہوکر وہ اِنسان کے لئے

آخری دین لایا۔ کلامُ اللہ اور رُوحُ القُدس نے زائد الہام کی ضرورت نہیں چھوڑی۔

بابِ ہفتم

رُوحُ القُدس اور اُسکا کام

رُوحُ القُدس الٰہی شخص ہے۔ خاصکر پینتکوست کے دن زمین پر نازل ہُوا۔ اُسکے مختلف القاب۔ نئی پیدائش اور نجات بخش ایمان اور تقدیس میں اُسکا کام۔ عام طور پر وہ کلامُ اللہ کے ذریعہ سے کام کرتا ہے اُسکے مُبارک کام کی گنہگار کو قطعی ضرورت۔ رُوحُ القُدس عنایت کرنے کے لئے خُدا کی رضامندی۔

بابِ ہشتم

راہِ نجات

نجات نئی زندگی شروع کرنے میں۔ اسکی ضرورت اور صورت پر مسیح کی تعلیم۔ اِنسان اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔ اُسے دو باتوں کو جاننے اور ایک کو عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔ راہِ نجات کی مُفصّل تشریح۔ رُوحُ القُدس کا کام۔ محض فضل سے۔ کوئی مایُوس نہو۔ مسیح تائب

گنہگار کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ مسیح ہی کافی نجات دہندہ اور راہِ نجات ہے۔

بابِ نہم

مسیحی کلیسیا اور خدمت

ظاہری اور رُوحانی کلیسیا۔ عُہدہ داران۔ اُنکے اوصاف و فرائض۔

بابِ دہم

بپتسمہ اور عشاءِ ربّانی

تعریف۔ بپتسمہ۔ ظاہری فائدہ اور باطنی فضل۔ ظاہری کلیسیا میں ظاہری شمول۔ بچّوں کا بپتسمہ۔ عشاءِ ربّانی۔ آئینِ یادگاری۔ ظاہری فائدہ اور باطنی فضل۔ رُوحانی زندگی کے لئے رُوحانی خوراک۔ اِسمیں نامناسب طور سے شامل ہونے کا خطرہ۔ شامل ہونے کی شرائط۔ اسکے باب میں آیندہ وگذشتہ پر نظر کرنا۔

بابِ یازدہم

بقاے رُوح وقیامتِ جسم

موت سے بالکل خاتمہ نہیں ہوجاتا۔ جسم خاک میں مِلجاتا ہے اور رُوح خُدا کی طرف چلی جاتی ہے۔ قیامتِ مسیح اِسکی نظیر و دلیل ہے۔ ایک قیامت حیات کے لِئے ہے اور ایک قیامت شرم و عذاب کے لئے۔ محشُور جسم کی کیفیت۔

بابِ دوازدہم

آخری عدالت اور سزا وجزا

کلامُ اللہ میں اِس عدالت کی تعلیم۔ مسیح عدالت کرنے والا۔ عدالت اُن افعال کے مطابق جو جسم میں کیئے گئے۔ اِس میں افعال واقوال اور تمام راز کی باتیں بھی شامل ہیں۔ مسیح کے دیانتدار خدمت گاروں کو اچھا بدلہ۔ گنہگاروں کو سزا۔ عدالت ضروری ہوگی۔ وقت معلوم نہیں۔ آنے والے روزِ عدالت کے خیال سے موجودہ زندگی کی اہمیّت۔

حِصّۂ دُوُم

فرائِض

تمہید

بابِ اوّل

توبہ

گناہ پر محض غمگین ہونے سے بڑھکر۔ توبہ تنہا ناکافی۔ گناہ کی قُربانی کی ضرورت۔ مسیحی توبہ میں کیا کیا شامل ہے۔

بابِ دُوُم

یسُوع مسیح پر ایمان

ایمان نجات کے لِئے لابُدی ہے۔ راست باز ٹھہرنے کا وسیلہ ہے۔ ایمان خُدا کی بخشش ہے۔ سچّائی کو محض منظور کرنے سے بڑھکر ہے۔ مسیح کی شخصیت اور اُسکے کام پر بھروسا کرنا بھی اسمیں شامل ہے۔ ایمان وہ تالی ہے جیسکے ذریعہ

سے فضل کی دھارا پہنچتی ہے۔

بابِ سوُم

مسیح کا اِقرار

واجبی فرض۔ مسیح اُنکا اِقرار کریگا جو اُسکا اقرار کرتے ہیں۔ کلیسیا سے شراکت اور احکام کی پابندی۔ عملی زندگی سے اِقرار کرنا۔

بابِ چہارم

مسیحی زندگی اور چال چلن

مسیحیت محض کسی مذہب کی منظوری سے بڑھکر ہے۔ یہہ زندگی ہے۔ یہہ اپنا اظہار کیئے بغیر نہیں رہتی۔ اِسکا خاص قانون محبت ہے۔ مسیح ہمارا نمونہ ہے۔ خُدا کا کیرکٹر ہمارا معیار ہے۔ کلامُ اللہ ہمارا ہادی ہے۔ عملِ زندگی مسیحیت کی دلیل ہے۔

بابِ پنجم

مسیح کے لِئے شخصی خدمت

عملی زندگی کی شہادت۔ سرگرمی سے کوشش۔ زمانۂ قدیم کے ایماندار وں

کا نمونہ۔ یہہ کلیسیا کے عُہدہ داروں ہی کا فرض نہیں ہے۔ خدمت کا صِلہ

بابِ ششم

خُداوند کے کام کے لِئے دینا

موسوی شریعت کے مُوافق دسواں حصّہ۔ مسیحیوں کے لِئے انجیلی قانون۔ دینے کا مقصد۔

بابِ ہفتم

کلامُ اللہ کو پڑھنا یا سُننا اور اُسپر غَور کرنا

ہر ایک کا حق اور فرض ہے کہ کلامُ اللہ کو پڑھے یا سُنے اور اُسپر غور کرے۔ کلام پر سوچتے رہنے کی اہمیت۔ کلامُ اللہ کی طرف رغبت کی کمی خطرناک نشان۔ کلام پر غَور کرنا کیونکر مُفید ٹھہرتا ہے۔ فرمانبردار رُوح کی ضرورت۔

بابِ ہشتم

دُعا اور روزہ

دُعا۔ واجبی فرض اور قیمتی حق۔ دین اور دُعا۔ لوازِمِ دُعا۔ قابلِ قبول دُعا کی بُنیادی شرائط اور ضروری صفات۔ خُداوند کی دُعا اور کلامُ اللہ ہمارا ہادی

خصوصاً زبور۔ تحریری دُعا۔ ہمیشہ دُعا کرو۔

روزہ۔ اس مضمون پر مُوسوی شریعت۔ عہد جدید میں روزہ رکھنے کا کوئی حکم نہیں لیکن روزہ رکھنے کے متعلق ہدایات ہیں۔ مجبوراً نہیں بلکہ دلی رغبت اور خوشی سے۔ رنج و غم اور خصوصاً گناہ کی حالت میں روح کے خادم جسم کو قابو میں رکھنا چاہیئے۔

بابِ نہم

عِبادت۔ خُفیہ۔ خاندانی اور جماعت کے ساتھ

عِبادت کی تعریف۔ خُفیہ عبادت کی اہمیت۔ دُعا اور غور و فکر۔ خاندانی دُعا و بندگی۔ کھانے سے پہلے دُعا۔ جماعت کے ساتھ عِبادت پڑھنے وعظ کے جلسے اور باہمی میل ملاقات کے مجمعے۔

بابِ دہم

مسیحیوں کا روزِ مُقدّس

سات روز میں ایک روز ابتدا ہی سے الگ کیا گیا۔ اِس روز کی تبدیلی اور اِسکا سبب۔ اِس روز کی دو خاصیتیں۔ آرام کا روز اور روزِ پاک۔ یہہ روز مسیح اور اُسکے ایمانداروں میں ایک علامت ہے۔

بابِ یازدہم

نِکاح اور طلاق

نکاح کی رسم خدا نے باغِ عدن میں مُقرر کی۔ اِسکی تجویز۔ مُمکن ہے کہ بعض حالتوں میں بعض کے لیئے نامُناسب ہو۔ ایک عورت اور ایک مرد کے درمیان زندگی بھر کے لئے۔ طلاق صِرف زناکاری کے لیئے اور عورت کے خود شوہر کو چھوڑ جانے کی حالت میں ہی جائز ہے۔ نکاح کا رِشتہ انسان کی تواریخ میں سب سے نزدیکی رِشتہ ہے۔ مسیح اور اُسکے ایمانداروں کے درمیان رُوحانی رشتے کی نظیر ہے۔ بیویوں اور شوہروں کے فرائض۔ مسیحی نکاح کی مبارکبادی۔

بابِ دوازدہم

خُداوند کی آمدِ ثانی کے لِئے تیّار رہنا

کلام اللہ میں خُداوند کی آمدِ ثانی کی صاف تعلیم۔ اُسکا مقصد۔ اُسوقت کے واقعات اُسکا وقت نامعلوم۔ ایمانداروں کو ہمیشہ مُنتظر اور تیّار رہنا چاہیئے۔ خداوند کے اُس جلالی ظُہور کے لیئے کسطرح سے تیّار رہیں۔

اُصول و فروع

تمہید

حمد و ثناء بے قیاس اُس رحمٰن و رحیم خدائے واحد و برحق کی ذات پاک پر نثار ہو جو اپنے بندوں کی خطاؤں پر صبر کرتا ہے۔ جسکی نیکی اور راستی لاتحدود ہیں۔ جس نے کلمۂ کُن سے تمام کائنات کو کتمِ عدم سے منصۂ وجود پر جلوہ گر کیا۔ جو اپنے تمام افعال میں مہربان اور ہر حال میں راست کار ہے جسنے اپنے بے حد رحم سے گم گشتہ بنی آدم کے لئے راہِ نجات تیار کی۔ عظمت و جلال و ملکوت و جبروت خدائے واحد ہمارے نجات دہندہ کو اب اور ہمیشہ ہو۔ آمین

دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے جب ارسطاطالیس نے کہا تھا کہ تمام بنی آدم طبعاً علم کے خواہشمند ہیں۔ اسی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے مسیحیوں نے دیگر مذاہب و ادیان کو سمجھنا چاہا ہے اور انکی دینی کتابوں کا بڑے غور و خوض سے مطالعہ کیا ہے۔ اُن میں سے بعض کتابوں کا یورپین زبانوں میں ترجمہ بھی کیا ہے اور اس سے بڑھکر بائبل مقدس کا

کُلّی اور جُزئی طور پر چار سَو سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ کیا ہے۔ مسیحی لوگوں نے بائبل شریف کا ترجمہ اِس قدر مختلف زبانوں میں اِس غرض اور اُمید سے کیا ہے کہ جو برکتیں اُنکو ملی ہیں اور لوگوں کو بھی نصیب ہوں۔ کوئی مضمون دین سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اور مسیحی دین کے صحیح عرفان کے حُصُول کی خواہش بالکل طبعی ہے۔ لہذا اس بہی خواہِ بنی آدم نے اپنا فرض جانا کہ خُدا سے مدد پاکر اور متلاشیانِ حق کے فایدہ کو مدنظر رکھکر اِنجیلی دینِ مسیحی کے عقایدِ و فرائض کا مختصر بیان قلمبند کرے۔ چونکہ اِن عقایدِ و فرائض کی بُنیاد کلامُ اللہ پر ہے اِسلئے اکثر حوالجات درج کیئے گئے ہیں اور پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ اُن حوالجات کے مُطابق بائبل شریف کے مقامات کو پڑھیں۔

اگرچہ دیگر مذاہب کے لوگوں کی طرح مسیحیوں میں بھی بہت سے فرقے ہیں تو بھی بہت سے اُصُولی عقایدِ و فرائض کے باب میں اکثر مسیحی مُتفق ہیں اور اُنہی عقایدِ و فرائض کے بیان کی خاکسار مُؤلِّف نے اس کتابچہ میں کوشش کی ہے۔ اِس کتابچہ کا نام اِنجیلی دینِ مسیحی کی "اُصُول و فرُوع" ہے اور اِسکے دو حِصّے ہیں۔

پہلا حِصّہ۔ اُصُولِ دین یعنی عقایدِ۔

دُوسرا حِصّہ۔ فرُوعِ دین یعنی فرائض۔

حِصّۂ اوّل

اُصُولِ دین

یعنی

عقائِد

بابِ اوّل

پاک نوشتے

مسیحی لوگ "اہلِ کتاب" ہیں اور وہ اپنی کتابِ مُقدّس کو بہت ہی عزیز رکھتے ہیں۔ اگرچہ جیسا کہ اُنیسویں زبُور اور رُومیوں کے خط میں مرقُوم ہے ظاہری عالم اور انسان کی اپنی ہستی سے کسیقدر عرفانِ الٰہی حاصل ہو سکتا ہے تو بھی یہ عرفان جو انسان کی عقل اور قُوّتِ استدلال کے وسیلہ سے حاصل ہوتا ہے راہِ نجات کی رہنمائی اور دینی فرائض کی پوری ہدایت کے لیئے کافی نہیں ہے۔ لہذا خُدا نے اپنے بے حد فضل و کرم سے انبیا و رُسل اور خصوصاً اپنے بیٹے یسوع مسیح کی (جسکو اُس نے ساری چیزوں کا وارث بنایا) عملی زندگی اور تعلیم کے ذریعہ سے اپنی مرضی کو بنی آدم پر منکشف فرمایا اور ہماری تعلیم کے لیئے کتابِ مُقدّس میں درج کروایا۔ پس ہمارا فرضِ اولیٰ یہ ہے کہ ہم کتابِ مُقدّس کو خوب غور سے پڑھیں کیونکہ ہمارے عقائد کی بُنیاد اور فرائض کی ہدایت اُس میں ہے۔

پاک نوشتے منجانب اللہ ہونے کے مُدّعی ہیں۔ چنانچہ توریت شریف میں بار بار مرقُوم ہے "خُدا نے موسیٰ سے فرمایا" اور صحفِ انبیا میں بتکرار

مُندرج ہے کہ خُدا کا کلام فلاں نبی پر نازل ہُوا۔ تمام کتاب کا طرزِ بیان اُسکی اِلٰہی اصل سے موافقت رکھتا ہے۔ نفسِ مضمون آسمانی ہے تعلیم کامل ہیں۔ طرزِ بیان نہایت اعلےٰ قسم کا ہے۔ تمام حصص اِلٰہی عظمت و جلال کے اِظہار میں بالکل متفق ہیں اُنسے اِنسان کی ایک ہی راہِ نجات کا بلِ اظہار ہوتا ہے اور علاوہ بریں بہت سی اور بے نظیر خوبیوں اور فضائل سے منجانب اللہ اور کلام اللہ ہونے کی کافی شہادت ملتی ہے۔

ان اندرونی شواہد کے علاوہ بہت سی نبوّتوں اور پیشین گوئیوں کے پُورا ہونے سے بھی کافی شہادت بہم پہنچتی ہے۔ کیونکہ اکثر پیشین گوئیاں نہایت صفائی و صراحت اور عجیب و غریب طور سے پُوری ہُوئی ہیں۔ پھر منجانب اللہ ہونے کی دلیل یہہ بھی ہے کہ مخالفین نے اِس کتاب پر بڑے بڑے حملے کئے لیکن کچھ نقصان نہ پہنچا سکے اور اس کتاب کی تاثیر سے ایک اور شہادت ہے کیونکہ بائبل بنی آدم کو نجات بخشنے اور اِنسانی زندگی کو خوش و خوشنما اور جلالی بنانے میں دُنیا کی تمام کتابوں سے بڑھکر ہے۔ علاوہ بریں رُوحُ القُدس کی صاف و صریح شہادت موجود ہے کیونکہ یہہ بات شخصی تجربہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی اُسکی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اِس تعلیم کی بابت جان جائیگا کہ خُدا کی طرف سے ہے۔

پاک نوشتے خُدا کے الہام سے ہیں یعنی اُنکے لکھنے والوں پر اسقدر اور

اِس درجہ تک اِلٰہی تاثیر ہُوئی کہ اُنہوں نے بنی آدم پر خُدا کی مرضی کے اظہار میں کوئی غلطی اور کسی طرح کی خطا نہ کی۔ چنانچہ پطرس رسول فرماتا ہے "نبوّت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہُوئی بلکہ آدمی رُوح القدس کی تحریک کے سبب خُدا کی طرف سے بولتے تھے۔" اور پولُس رسول فرماتا ہے "ہر ایک صحیفہ خُدا کے اِلہام سے ہے" مسیح نے عہدِ عتیق کو الہامی مانا اور رُوحُ القُدس کے کلام کے موافق اُس سے اِقتباس کیا۔

عہدِ جدید کے نوشتوں کے بارہ میں مسیح نے اپنے رسُولوں کو رُوح القدس کے انعام کا وعدہ دیا اور فرمایا کہ وہ میری تعلیم تمکو یاد دلائیگی اور کامل راستی کی طرف تمہاری ہدایت کریگی اور رسُول اُسکی ہدایت کے مطابق کلام کرنے کے عویدار ہیں۔ چنانچہ پولُس رسُول فرماتا ہے "ہم نے دُنیا کی رُوح نہیں بلکہ وہ رُوح پائی جو خُدا کی طرف سے ہے تاکہ اُن باتوں کو جانیں جو خُدا نے ہمیں عنایت کی ہیں اور ہم اُن باتوں کو اُن الفاظ میں نہیں بیان کرتے جو انسانی حکمت نے ہم کو سکھائے ہوں بلکہ اُن الفاظ میں جو رُوح نے سکھائے ہیں۔" پھر جب اُسکے وسیلہ سے اہلِ تسلونیقی نے کلام اللہ کو قبول کیا تو وہ خُدا کا شکر کرتا ہُوا فرماتا ہے کہ اُنہوں نے اُسے آدمیوں کا کلام سمجھکر نہیں بلکہ (جیسا حقیقت میں ہے) خُدا کا کلام جان کر قبول کیا۔

اِس اِلٰہی مرضی کے مکاشفہ میں وعدہ کے ابتدائی تخم "عورت کی نسل سانپ کے سر کو کچلیگی" (یعنے یسوعؔ ابن مریم جو زمینی باپ کے بغیر پیدا ہُوا) سے لیکر مسیح کے وسیلے سے انسانی گناہ کی معافی اور کامل کفارہ کی قربانی تک جب مسیح نے صلیب پر سے "پُورا ہُوا" کہکر جان دی متیا تر بتدریج ترقی ہوتی رہی۔

مسیحیوں کی کتاب مُقدس کو اگرچہ مختلف اشخاص نے مختلف زبانوں و زمانوں اور مختلف ممالک میں لکھا تو بھی اُس میں عجیب موافقت پائی جاتی ہے جسکا سبب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ اُسکا مُصنّفِ جلیلُ القدر ایک ہی ہے۔ عہد عتیق میں مسیح کی آمد کی تیاری ہے اور اُسکے حق میں پیشین گوئیاں ہیں تاکہ جب وہ آوے تو اُسکی شناخت ہو سکے۔ عہد جدید میں اوّل اُسکے عجائب کاموں اور ذات و تعلیمات کے بارہ میں چارگونہ مُتفقہ شہادت ہے۔ پھر اعمال ارسل کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حقائق مختلف مقامات میں لوگوں کے سامنے پیش کئے گئے اور بہت سے لوگوں نے اُنکو قبول کر لیا۔ بعد ازیں خطوط کے ذریعہ سے اُن حقائق کی تشریح کی گئی اور مسیحیوں کی زندگی اور چال چلن پر اُن کو عاید کیا گیا۔ یہ کام خصوصاً مسیح کے برگزیدہ رسُولوں نے کیا جنکو مسیح نے منتخب کر کے رُوحُ القُدس سے معمور کیا تاکہ وہ اُسکے گواہ ہوں اور اُسکی ذات و افعال اور تعلیمات کا ٹھیک مطلب و مقصد لوگوں کو سمجھا سکیں۔ چنانچہ

اُنکے کام اور اُنکی تعلیمات خود مسیح کے کام اور اُسکی تعلیمات ہیں جن کو رُوحُ القدس نے اُنکے وسیلہ سے جاری رکھا۔

ہمارا اعتقاد و ایمان ہے کہ کلامُ اللہ جو عہد عتیق و جدید میں مُندرج ہے صرف وہی ایمان و اعمال کا بے خطا قانُون ہے جو خُدا نے اِنسان کو عطا فرمایا ہے اور اِنسان کی نجات پاکیزہ زندگی۔ اِس جہان میں ہدایت اور اُس جہان کی اُمید کے بارے میں جو کُچھ ضروری ہے سب اُس میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ پولُوس تمطاؤُس کو لکھتا ہے کہ پاک نوشتے نجات حاصل کرنے کے لئے دانائی بخشتے ہیں۔ تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لئے فائدہ مند بھی ہیں تاکہ مردِ خُدا کامل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لئے بالکل تیار ہو جائے۔" لہٰذا پاک نوشتے ہر زمانہ کے ہر ایک مومن کے لئے کافی ہیں کیونکہ خُدا نے اپنی قُدرت سے وہ سب چیزیں جو زندگی اور دینداری سے مُتعلق ہیں اور اپنی ذات اور مسیح کے عرفان میں ہمکو عنایت کی ہیں اور اِس امر کا انکشاف اُسکے کلام میں ہے۔ پس جبکہ ہماری ہدایت کے لئے تحریری کلام اور ہمکو منوّر کرنے کے لئے رُوحِ پاک موجود ہے تو ہمکو الٰہی مرضی کے زائد الہام و مکاشفہ کی اُسوقت تک ضرورت نہیں جب تک کہ مسیح خود آسمان سے بادلوں پر سوار ہو کر آئیگا اور اپنے لوگوں کو جیسا کہ پاک کلام میں اُسکا صاف وعدہ موجود ہے اپنے پاس بُلالیگا۔ پولُوس رسُول صاف فرماتا ہے کہ اگر وہ خود

یا آسمان سے کوئی فرشتہ کسی اور انجیل کی منادی کرے تو ہلاک ہوگا۔

اگرچہ پاک نوشتوں میں بہت سے راز ہائے سربستہ بھی ہیں تو بھی جو کچھ انسان کی نجات کے لئے ضروری ہے وہ بالکل صاف ہے۔ ہم بڑے اعتقاد اور یقین سے مانتے ہیں کہ کلامُ اللہ کو پڑھنا اور مطالعہ کرنا جیسا واعظ اور دینی معلم کا حق اور فرض ہے ویسا ہی ہر ایک فردِ بشر کا فرض اور حق ہے کہ جہاں تک کلامُ اللہ کو پڑھنا اور سُننا ممکن ہو اُس سچائی کے صاف و شفاف چشمہ سے سیر ہو۔ بلکہ اپنے معلموں کی تعلیم کو کلامُ اللہ سے مقابلہ کرکے پرکھے۔ ہمارے خُداوند نے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ نوشتوں میں ڈھونڈیں کیونکہ نوشتے اُسکے حق میں گواہی دیتے ہیں۔ اہلِ بیریہ کو اہل تسلونیکے پر ترجیح دی گئی کیونکہ وہ ہر روز نوشتوں پر غور کرتے تھے اور دریافت کرتے رہتے تھے کہ آیا رسُول کی تعلیم کتاب مُقدّس سے موافقت رکھتی ہے کہ نہیں۔

بابِ دُوُم

خُدا۔ اُسکی وحدت وصِفات

چونکہ اِنسان اخلاقی طَور پر خُدا کی صُورت پر خلق کیا گیا ہے یعنی کسیقدر اِلٰہی اخلاق اِنسان کی ذات میں پائے جاتے ہیں اسلئے اِنسان اپنی اُفتادہ حالت میں بھی محبت۔ رحم۔ اِنصاف اور راستی وغیرہ اِلٰہی اوصاف سے متصف ہے لیکن ان سے کافی اِلٰہی عرفان حاصل نہیں ہوتا اور صرف اُس الہام و مکاشفہ ہی کے وسیلہ سے جو خُدا نے اپنے کلام میں عنایت فرمایا ہے گُنہگار اِنسان خُدا اور راہِ نجات کا علم حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ کلامُ اللہ میں مرقُوم ہے "خُدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اِکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا" کیونکہ وہ "باپ کے جلال کا پرتو اور اُسکی ذات کا نقش" ہے۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ صرف ایک ہی زندہ سچا خُدا ہے۔ چنانچہ پہلے حکم کا مضمون یہی ہے جیسا کہ لکھا ہے "میرے حضور تیرے لئے دوسرا خُدا نہو" اور توریت میں اِسکی تعلیم نہایت صفائی سے دی گئی ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے "سُن لے اَے اسرائیل۔ خُداوند ہمارا خُدا ایک خُداوند ہے"۔ مسیح نے اِس حقیقت

کی تصدیق و تائید کی اور فرمایا "اوّل حکم یہ ہے۔ اے اسرائیل سُن۔ خداوند ہمارا
خدا ایک ہی خداوند ہے۔" لہٰذا سب مسیحی کمال صداقت سے خدا کی وحدت
پر ایمان رکھتے ہیں۔

پاک نوشتوں میں ہمیں یہ بھی سکھایا گیا ہے کہ خدا محبت ہے۔ خدا شخصی
ہے۔ خدا روح ہے اور اپنی ہی ذات میں لامحدود۔ ازلی اور غیر متغیر ہے۔ اپنے
کمالات میں انسانی قیاس و وہم سے برتر ہے۔ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر اور
ہمہ دان ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ عظمت و جلال۔ کمال و دانائی۔ تقدّس
و انصاف۔ محبت و رحم اور فضل و کرم میں لامحدود ہے۔ اُسکا علم اور نیکی
و راستی بے بیان ہیں۔ اُسکی ذات تغیر و تبدّل سے ہمیشہ پاک ہے اور اُسکے
الٰہی کمال کی کوئی حد نہیں۔

پاک نوشتوں میں خدا تعالٰی کی دو تین صفات خاص طور سے منکشف کی گئی
ہیں۔ اوّل اُسکا قدس یا اخلاقی پاکیزگی۔ "خداوند کی مانند کوئی قدوس نہیں۔"
وہ گناہ کے ہر طرح کے داغ اور دھبّے سے بالکل پاک اور مبرّا و منزّہ ہے۔ جب
موسیٰ کو رسالت کے لئے بلایا تو اُسے پہلے یہی سبق سکھایا گیا تھا۔ چنانچہ مرقوم
ہے "یہاں نزدیک مت آ۔ اپنے پاؤں سے جوتا اُتار کیونکہ یہ جگہ جہاں تُو
کھڑا ہے مقدس زمین ہے۔"

موسوی شریعت کا ایک خاص مقصد یہ بھی تھا کہ قدسِ الٰہی کی تعلیم دیجائے

تاکہ لوگ ظاہری پاک و ناپاک اشیا میں تمیز کرنے کے وسیلہ سے باطنی اور
روحانی باتوں میں تمیز کرنا سیکھیں اور خدا کے لوگ اپنے کو ناپاکی سے جدا
کر کے ایک مقدس قوم بنجاویں۔ خدا اپنی ذات میں ایسا قدوس ہے کہ
جو لوگ اُسکی مقرر کردہ تدبیر کے وسیلہ سے پاک و صاف کئے گئے ہیں وہی
اُسکے حضور میں جا سکتے ہیں۔

انبیا بھی نہایت صفائی و صراحت کے ساتھ قدسِ ایزدی کی تعلیم
دیتے ہیں۔ یسعیاہ نے ہیکل میں خدا کی عجیب رویا دیکھی جبکہ ایک فرشتے
نے دوسرے سے پکار کر کہا "قدوس قدوس قدوس ربُّ الافواج ہے ساری
زمین اُسکے جلال سے معمور ہے۔" اس پر نبی نے خدا کے حضور میں اپنی نالائقی
کا اقرار کیا۔ اہلِ یونان اور اہلِ روم کے بعض معبود گناہ آلودہ اور نجاست
تھے۔ نیز زمانۂ حال کے غیر مسیحیوں کے بعض معبود ایسے ہی ہیں لیکن ہمارے
خدا کی آنکھیں ایسی پاک ہیں کہ وہ بدی کو دیکھ نہیں سکتا اور شرارت پر
نگاہ نہیں کرسکتا۔

پھر پاک نوشتوں میں خدا کی صفتِ راستبازی پر بہت زور دیا گیا ہے
چونکہ وہ اپنی تمام راہوں میں پاک ہے اسلئے تمام مخلوقات کے ساتھ راستی
سے برتاؤ کرتا ہے۔ وہ راستباز حاکم ہے جو انصاف کرتا ہے اور ہر ایک کو اُسکے
کاموں کے موافق بدلا دیگا۔ خداوند اپنی ساری راہوں میں صادق ہے اور

اپنے سب کاموں میں رحیم ہے۔" "وہ صداقت سے جہان کی عدالت کریگا"
"وہ بیگناہ کو قصوروار نہیں ٹھہرائیگا" اور "خطاکاروں کو بے سزا نہ چھوڑیگا۔"
"صداقت اور عدالت اُسکے تخت کی بنیاد ہیں۔"

لیکن سب سے بڑھکر خدا کی ایک اور صفت یعنی محبت کا کلام اللہ میں نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ خدا کو محبت کرنے والا تصوّر کرنا ایک ایسا خیال ہے جو غیر مسیحیوں کے معبودوں کے حق میں اُسکے پرستار ہرگز ہرگز نہیں رکھتے۔ وہ اپنے معبودوں کے غضب کو طرح طرح کی نذروں اور جسمانی تکلیفوں کے وسیلہ سے دور کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اُنکی مہربانی بھی نذروں اور ہدیوں ہی کے ذریعہ سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔ انسان بیشک گناہ میں مُبتلا ہونے کے سبب سے خدا سے برگشتہ ہو گیا ہے لیکن خدای رحیم وکریم اپنی محبت و مہربانی کے تقاضے سے اُسکی تلاش کرتا ہے اور خاص اسی غرض سے اُس نے اپنے بیٹے کو دُنیا میں بھیجا تاکہ "کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈکر بچاوے۔" چونکہ خدا کی ذات پاک ہے اسلئے ضرور ہے کہ وہ گناہ کی سزا دیوے لیکن اپنی محبت اور رحم کے سبب سے اُس نے گنہگاروں کی نجات کی راہ مُہیا کی ہے۔

یہ بات نہایت نامناسب ہے کہ ہم خدا کے رحم یا اُسکی محبت کی صفت کو اتنی بڑی بتادیں کہ وہ اُسکی دیگر صفات پاکیزگی اور عدل و صداقت کی

متناقض ٹھہرے۔ مسیح کی موت سے جو انسان کے گناہ کا کفارہ دیا گیا اُسکی تعلیم کلام اللہ میں موجود ہے ہم صاف دیکھتے ہیں کہ پاکیزگی و محبت اور عدل و رحم خدای تعالیٰ کی مختلف صفات میں کامل مطابقت اور موافقت ہو جاتی ہے اور گنہگاروں کی نجات ممکن ٹھہرتی ہے۔ مسیح کی صلیب ہی سے ممکن ہوا کہ "رحمت اور سچائی مل گئی ہیں۔ صداقت اور سلامتی نے ایک دوسرے کے بوسے لیا۔" خدا نے خود اس کفارہ کا انتظام کیا تاکہ "وہ خود بھی عادل رہے اور جو یسوع پر ایمان لاتے اُسکو بھی راستباز ٹھہرانے والا ہو۔"

خدا تمام کائنات کا خالق ہماری ہستی کا بانی۔ اپنی مخلوقات کا محافظ و حاکم اور حیات و برکات اور نور و عرفان کا سرچشمہ ہے۔ وہی تمام بنی آدم کا سچا خداوند اور حاکم ہے اور فقط وہی سب کا اکیلا معبود ہونے کا حقدار ہے۔

باب سوم

تثلیثِ اقدس

کوئی یہ غلط فہمی نہ کرے کہ مسیحی لوگ تثلیث کا اقرار کرنے میں توحید کا انکار کرتے ہیں کیونکہ الہام کے وسیلہ سے ہم پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذاتِ واحد میں تین اقانیم شامل ہیں تو بھی وہ بے تقسیم پاک ہستی ایک ہی ہے ہمارا ایمان یہ ہے کہ خدا باپ۔ بیٹا اور روح القدس ایک ہی خدا ہیں اور ایک ہی پاک و ازلی ہستی کا سہ گونہ اظہار ہیں۔ کلام اللہ میں الٰہی ذات کا جو مکاشفہ ہمیں عنایت ہوا ہے اُس سے صاف عیاں ہے کہ خدا کی ذات واحد اور متحد الاقسام ہے اور اُسی ذاتِ واحد کے دائرۂ وحدت کے اندر اقانیم ثلثہ یعنی باپ اور بیٹا اور روح القدس جو کہ ماہیت اور قدرت و جلال میں برابر ہیں اور شخصیت و الوہیت سے بھی متصف ہیں پائے جاتے ہیں۔

حقائقِ کلام اللہ:- باپ فرماتا ہے "مَیں" بیٹا فرماتا ہے "مَیں" اور روح القدس بھی فرماتا ہے "مَیں"۔ پھر باپ بیٹے سے فرماتا ہے "تُو" اور بیٹا باپ سے کہتا ہے "تُو" اور روح القدس کے حق میں لفظ "وہ" اور "اُسے" کا استعمال کرتا ہے۔ باپ بیٹے سے محبت رکھتا ہے اور بیٹا باپ سے محبت رکھتا ہے اور روح القدس

بیٹے پر گواہی دیکر اُسکی تائید و تصدیق کرتا ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ باپ۔ بیٹا اور روح القدس کبھی موضوع ہیں اور کبھی محمول۔ تثلیث کی تعلیم کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ الٰہی ہستی یا ذات ایک ہی ہے۔

۲۔ باپ بیٹا اور روح القدس تینوں میں سے ہر ایک وہی ذات ہے۔

۳۔ باپ۔ بیٹا اور روح القدس میں سے ہر ایک ممیز شخص ہے۔

کلام اللہ کے پڑھنے والے خدا باپ کی ممیز ہستی کی حقیقت سے اسقدر آگاہ ہیں کہ اُسکے ثبوت میں کلام اللہ کے مقامات کے حوالجات کا اندراج بالکل غیر ضروری معلوم دیتا ہے۔

ابن اللہ یعنی مسیح کی شخصیت کے بارہ میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اُسکی اُلوہیت کے دلائل اور ثبوت ایسے کثرت سے ہیں کہ ہم اُن میں سے چند ہی کے اندراج پر کفایت کرینگے۔ یسعیاہ نے اُسکے حق میں یوں پیشینگوئی کی "دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اُسکا نام عمانوایل رکھیگی"۔ اور پھر یوں بتاتا ہے "ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اور ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اُسکے کاندھے پر ہوگی اور وہ اِس نام سے کہلاتا ہے عجیب مشیر۔ خدای قادر۔ ابدیت کا باپ۔ سلامتی کا شہزادہ"۔ مسیح کے بپتسمہ کے وقت اور پہاڑ پر اُسکی صورت کی تبدیلی کے موقع پر خود خدا نے آسمان سے بلند آواز سے شہادت

دی اور فرمایا "یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں"۔ یوحنا رسول یوں
شہادت دیتا ہے "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔۔۔
ساری چیزیں اُسکے وسیلہ سے پیدا ہوئیں۔۔۔۔۔ اور کلام مجسم ہُوا اور ہمارے
درمیان رہا"۔

یسوع نے خود فرمایا ہے کہ "میں اور باپ ایک ہیں"۔ تھوما نے اُس سے
کہا "اے میرے خداوند اور اے میرے خدا" اور یسوع نے اُسکی پرستش کو قبول
فرمایا اور خدا کہنے پر ملامت نہ کی۔ جب سردار کاہن نے یسوع سے کہا "میں تجھے
زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہدے" تو یسوع نے
اس قسم کے مطابق فرمایا "ہاں میں ہوں"۔ پھر گلیل کی جھیل پر طوفان کے فرو
کرنے میں مسیح کی انسانیت اور اُلوہیت کا صاف اظہار پایا جاتا ہے۔ وہ سو رہا تھا
اور شاگردوں نے اُسے جگایا۔ اِس سے اُسکی اِنسانیت ظاہر ہوتی ہے۔ اُسنے ہوا
اور لہروں کو ڈانٹا اور اُنھوں نے اُسکی سُنی۔ یہ حقیقت اُسکی اُلوہیت پر دلالت
کرتی ہے۔

کلام اللہ سے یہ بھی عیاں ہے کہ رُوح القدس بھی شخصیت رکھتا ہے۔
چنانچہ مرقوم ہے "وہ باغی ہُوئے اور اُنھوں نے اُسکے رُوح القدس کو غمگین کیا"
اور یہ بھی مرقوم ہے کہ "خدا کے رُوح القدس کو رنجیدہ نہ کرو"۔ یہ صاف عیاں ہے
کہ باشخصیت ہستی ہی رنجیدہ ہو سکتی ہے۔ پھر یُوں بھی مرقوم ہے کہ رُوح القدس

نے فرمایا "میرے لئے برنباس اور ساؤل کو اُس کام کے واسطے مخصوص کرو
جس کے واسطے میں نے اُن کو بُلایا ہے"۔ مذکورہ بالا تمام اُمور محض قُوت
سے نہیں بلکہ شخصیت ہی سے منسوب ہو سکتے ہیں۔

علاوہ بریں کلام اللہ میں جو الفاظ اور محاورات رُوح القدس کے
حق میں اِستعمال کیئے گئے ہیں اُن سے اُسکی اِلٰہی شخصیت نہایت صفائی
اور صراحت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ عہد عتیق میں جو کچھ یہوواہ
کی نسبت کہا گیا ہے وہی یہوواہ کی رُوح کی نسبت بھی کہا گیا ہے۔
چنانچہ یہوواہ نے فرمایا اور رُوح القدس نے فرمایا کے محاورے
بار بار ایک دوسرے کی جگہ استعمال کئے گئے ہیں۔ عہد عتیق میں جو یہوواہ
کا کلام ہے عہد جدید میں وہی رُوح القدس سے منسوب کیا گیا ہے۔ لہذا
خدا کا کلام رُوح القدس کا کلام قرار دیا گیا ہے۔ پھر عہد جدید میں بھی یہی طرز
بیان نظر آتا ہے۔ مثلاً ایماندار لوگ خدا کی ہیکل ہیں کیونکہ خدا کی رُوح
اُن میں سکونت کرتی ہے چنانچہ مرقوم ہے "تم بھی اُس میں باہم تعمیر
کئے جاتے ہو تاکہ رُوح میں خدا کا مسکن بنو"۔ حننیاہ کا رُوح القدس سے
جھوٹ بولنا خدا سے جھوٹ بولنا قرار دیا گیا۔

پھر مسیح نے خود فرمایا کہ "آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائیگا
مگر جو کفر رُوح کے حق میں ہو وہ معاف نہ کیا جائیگا"۔ پس رُوح القدس کے

خلاف منہ کھولنا ایسا گناہ ہے جو ہرگز ہرگز معاف نہ ہوگا اور اگر رُوح القدس
الٰہی نہ ہو تو یہ حالت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پھر رُوح القدس کی حضوری خدا کی
حضوری ہے کیونکہ کلام اللہ میں مندرج ہے "میں تیری رُوح سے کہاں جاؤں
اور تیرے حضور سے میں کہاں بھاگوں"؟ لہٰذا وہ ہمہ جا حاضر و ناظر ہے۔ بائبل
سے تعلیم ملتی ہے کہ رُوح القدس ہمہ داں ہے اور اُسے تمام الٰہی راز و رموز کا کامل
علم ہے اور اُسکا علم خدا کے علم کے برابر ہے۔ لہٰذا وہ ہمہ دان اور علام الاسرار
ہے۔ علاوہ بریں رُوح القدس کے افعال افعالِ خدا ہیں۔ اُسنے دُنیا کو بنایا اور
روح از سرِ نو پیدا کرتا ہے۔ رُوح القدس سے پیدا ہونا خدا سے پیدا ہونا ہے۔
وہ ہمارے فانی بدن کو زندگانی بخشتا ہے لہٰذا وہ قادرِ مطلق ہے۔

بائبل شریف میں باپ بیٹے اور رُوح القدس کے القاب اور اوصاف
یکساں مندرج ہیں اور تینوں کی برابر پرستش ہوتی ہے اور بپتسمہ و کلماتِ برکت
کے موقع پر تینوں کا نام لیا جاتا ہے۔ اسطرح سے ہمارے پاک دین کی بنیادی
تعلیم تثلیث ہمیشہ یاد دلائی جاتی ہے۔

یہ تعلیم ایجادِ انسانی نہیں بلکہ برخلاف اسکے الٰہی مکاشفہ اور الہامِ ایزدی
ہے اور چونکہ یہہ الہام ایزدی ہے ہم اسکی معقولیت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں
انسان خدا کی صورت پر پیدا کیا گیا تھا اور معاشر مخلوق ہے اور تثلیث اقدس
کی تعلیم میں ہم دیکھتے ہیں کہ ازل سے خدا غیر معاشر و تنہا شخص نہیں بلکہ

اپنے ازلی بیٹے میں جو اُسکی ماہیت کا نقش اور اُسکا ازلی کلام یعنی اُسکے
خیالات کا اظہار ہے دوسری شخصیت رکھتا ہے اور باپ اور بیٹا رُوح القدس
میں ایک ہو جاتے ہیں۔ پس تثلیث اقدس ازل ہی سے خدا کی ذات
واحد میں محبوب و رفیق قائم کرتی ہے اور محبت و حفاظت کا مورد قائم
کرنے کی غرض سے خدا کو مخلوق پیدا کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔
باپ بیٹے سے جُدا خدا نہیں۔ بیٹا باپ سے جُدا خدا نہیں۔ رُوح القدس
باپ اور بیٹے سے جُدا خدا نہیں بلکہ تینوں اقانیم ملکر ایک خدا ہے۔

خداوند ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے لیکن اُسکی ہستی ایسی لامحدود ہے
کہ اُسکی ذات کے دائرہ وحدت کے اندر ہی تثلیث یعنی سہ گونہ شخصیت موجود ہے
اور یہی شخصیت نجات کا مہیا کرنے والا باپ اور نجات کے لئے کفارہ
دینے والا بیٹا اور نجات کو بر لانے والا رُوح القدس ہے۔ اس فوق الفطرت مذہبی
کے وسیلہ سے ہمیں خدائے تعالیٰ کا کامل مکاشفہ حاصل ہوتا ہے فطرت میں اسکا
انکشاف نہیں ہُوا اور عہدِ عتیق میں بھی اسکا اظہار بہت دھندلا سا
ہے کیونکہ یہہ مکاشفہ خدا باپ کی اُس تدبیرِ نجات کے مطابق ہے جسکے
موافق اُسنے بیٹے کو گناہ کا کفارہ دینے کے لئے بھیجا اور بیٹے نے اپنے
ازلی جلال میں داخل ہونے پر رُوح القدس کو کفارہ کے کام کی تکمیل
کے لئے نازل فرمایا۔

تثلیثِ اقدس کی تعلیم کوئی خیالی اور قیاسی تعلیم نہیں ہے۔ یہ تعلیم نجات کے تمام کام کی بُنیاد ہے۔ اِس تعلیم کے مطابق اِلٰہی رحمت کے تقاضے سے ذاتِ باری کے اقانیم ثلثہ اُفتادہ اِنسان کی نجات کے کام میں مشغول نظر آتے ہیں۔ چنانچہ انجیل میں مرقوم ہے "خُدا باپ کے علمِ ازلی کے موافق رُوح کے پاک کرنے سے فرمانبردار ہونے اور یسوع مسیح کا خون چھڑکے جانے کے لئے برگزیدہ ہُوئے ہیں" اِس سے صاف عیاں ہے کہ خُدا بیک وقت ایک ہی وقت میں آسمان پر تدبیر کرنیوالا۔ صلیب پر کفّارہ دینے والا اور دلوں میں تقدیس کرنیوالا ہے۔

یہ تعلیم بیشک ایک عظیم راز اور سرِّ ایزدی ہے اور ہمیں چاہئے کہ کمال تعظیم اور فروتنی کے ساتھ اِسے قبول کریں۔ ہم اِسکی ماہیت وکیفیت کے ادراک کا دعویٰ نہیں کرسکتے لیکن کلامُ اللہ کی شہادت سے ہم تسلیم کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں کہ یہ یُوں ہی ہے۔ اگرچہ اِنسانی عقل سے برتر ہے تو بھی خلافِ عقل نہیں ہے۔ یہ عالمِ ظاہری جسمیں ہم رہتے ہیں راز و رمُوز سے پُر ہے اور ہماری عقل ان رمُوز و اسرار کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتی پس یہ امر نہایت معقول اور ضروری ہے کہ اِس عالم کا خالق اللہ جلّ شانہٗ بھی اِنسانی عقل و فہم سے بالا و برتر ہو۔ اگر وہ ایسا نہ ہو تو ضرور اِنسان کا ہم پایہ ٹھہریگا۔ چنانچہ کلامُ اللہ میں مندرج ہے "کیا تُو اپنی تلاش سے

خُدا کا بھید پاسکتا ہے؟ یا قادرِ مُطلق کے کمال کو پہنچ سکتا ہے؟ وہ تو آسمان سا اُونچا ہے۔ تُو کیا کرسکتا ہے؟ پاتال سے نیچا ہے۔ تُو کیا جان سکتا ہے؟"

رُباعی

تا کجی اَی مردِ دانا دعوےِ فہم و ذکا۔ کب تلک سوچیگا اُسپر جو کہ ہے لاانتہا
فہم تیرے کی رسائی ہوگی ذاتِ پاک تک۔ پہنچتا تا قعرِ دریا گر ہو تو کب خار کا

~~~~~ ✳ ~~~~~
~~~~~

باب چہارم

الٰہی تدبیر تخلیق و ربوبیت اور کفارہ

کلام اللہ سے عیاں ہے کہ خدای تعالیٰ کے تمام افعال کی علت غائی
اپنے جلال و کمالات کا اظہار ہے۔ چنانچہ تخلیق اور پروردگاری و کفارہ سے
یہ تدبیر واضح ہوتی ہے اور یہ غرض ازبس اعلیٰ اور شان ایزدی کے شایاں
ہے اور اسمیں مخلوقات کی بہتری بسقدر متحقق ہے کہ اس سے زیادہ
ممکن ہی نہیں۔ اس مقصد اعلیٰ کو خدای تعالیٰ اپنی لامحدود دانائی قدرت
محبت اور صبر سے پورا کر رہا ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے "آسمان خدا کا جلال
ظاہر کرتے ہیں" "لعزر کی بیماری خدا کے جلال کے لئے تھی اور ایک شخص
اندھا پیدا ہوا تھا تاکہ اسکے وسیلہ سے خدا کے کام ظاہر ہوں۔ مسیحیوں کو
مسیح میں میراث ملتی ہے تاکہ وہ خدا کے جلال کی ستایش کا باعث ٹھہریں"
پس یہ تدبیر یعنی خدا کے جلال کا اظہار انسان پر فرض و واجب ہے۔ چنانچہ
مرقوم ہے "پس تم کھاؤ یا پیو یا جو کچھ کرو سب خدا کے جلال کے لئے کرو"۔
اللہ جل شانہ کو پسند آیا کہ اپنی لامحدود قدرت و حکمت اور نیکی کے
جلال کے اظہار کے لئے زمین و آسمان اور انکی تمام معموری کو پیدا کرے

اور جب ابتدا میں اس خلاق لایزال نے انسان اور تمام کائنات کو خلق کیا
تو سب کچھ بہت اچھا تھا۔
"ایمان ہی سے ہم معلوم کرتے ہیں کہ عالم خدا کے کہنے سے بنے ہیں۔
یہ نہیں کہ جو کچھ نظر آتا ہے ظاہری چیزوں سے بنا ہو" یعنی تمام چیزیں
نیست سے ہست کی گئیں۔ پھر مرقوم ہے "اس کی اندیکھی صفتیں یعنی اسکی
ازلی قدرت اور الوہیت دنیا کی پیدایش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے
ذریعہ سے معلوم ہوکر صاف نظر آتی ہیں"۔

علاوہ بریں خدای تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر محافظ و حکمران ہے اور تمام
ادنیٰ و اعلیٰ اسکے قبضۂ قدرت میں ہیں یہاں تک کہ اسکی مرضی کے بغیر کوئی
چڑیا بھی زمین پر نہیں گر سکتی۔ اسکے بندوں کی بہبودی اسکے الٰہی ارادہ میں
ملحوظ ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے "ہم کو معلوم ہے کہ سب چیزیں ملکر خدا سے محبت
رکھنے والوں کے لئے بھلائی پیدا کرتی ہیں یعنی انکے لئے جو خدا کے ارادہ کے
موافق بلائے گئے ہیں"۔ اگرچہ انسان کے تمام افعال پر خدا کا اختیار ہے تو بھی
نہ تو خدا بدی کا بانی ہے اور نہ وہ کسی سے بدی کرواتا ہے کیونکہ "نہ تو خدا بدی
سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی کو آزماتا ہے"۔ اس سے یہ بات صاف عیاں
ہے کہ انسان کی قوت مرضی پر کسی طرح سے جبر نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک کہ مسیح
کا مصلوب ہونا بھی اگرچہ خدا کے علم ازلی اور مصلحت کے موافق تھا تو بھی

اُس زمانہ کے اشرار نے اپنی آزاد مرضی کو کام میں لاکر اُسے صلیب پر کھینچا اور مار ڈالا۔

پھر اِس سے بڑھکر خدای ذوالجلال کو پسند آیا کہ اپنے لا اِنتہا رحم کے اظہار کے لئے مسیح کے وسیلہ سے اُفتادہ اِنسان کی نجات کا اِنتظام کرے اور ازلی برگزیدوں کو بچاوے۔ چنانچہ کلامُ اللہ میں مرقوم ہے "تاکہ اَب کلیسیا کے وسیلہ سے خدا کی طرح طرح کی حکمت اُن حکومت والوں اور اختیار والوں کو جو آسمانی مقاموں میں ہیں معلوم ہو جاوے اُس ازلی ارادہ کے مطابق جو اُسنے ہمارے خداوند مسیح یسوع میں کیا تھا"

بابِ پنجم

اِنسان کی حالتِ اُفتادگی و اُمید بحالی

خداوند خدا نے زمین کی خاک سے آدم کو بنایا اور اُسکے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا۔ سو آدم جیتی جان ہُوا۔ وہ خدا کی مانند اور خدا کی صورت پر پیدا کیا گیا تھا یعنی اُسکی رُوحانی ذات میں علم اور پاکیزگی اور راستبازی تھی اور اُسے آزاد مرضی اور تمام مخلوقات پر اختیار حاصل تھا۔ خدا نے اُسے بے عیب و پاک خلق کیا لیکن صد حیف کہ آدم نے آزاد مرضی پاکر اپنے خالق کے صاف حکم کی خلاف ورزی کی اور اپنی پاکیزگی کی ابتدائی حالت کی بلندی سے گناہ کے چاہِ عمیق میں گر گیا۔ اُسکی اولاد کے لئے گناہ آبائی میراث بنگیا اور تمام بنی آدم گنہگار ٹھہرے۔ تمام بنی آدم میں سے صرف یسوع مسیح بالکل گناہ سے پاک تھا اور اُسکا رشتہ آدم سے معمولی اور دیگر بنی آدم کا سا نہیں تھا۔

گناہ کچھ ہلکی سی بات نہیں ہے۔ یہ خدای تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی خلاف ورزی ہے اور دل و جان سے خدا کی شریعت کو عملی طور پر توڑنا ہے بلکہ خود خدا کی ذاتِ پاک کی مخالفت کرنا ہے۔ یہ اپنی خودی کو خدای تعالیٰ سے بڑا بنانا اور مقدم رکھنا ہے۔ گناہ خدای تعالیٰ کی مستحق پاکیزگی اور

لامحدود محبت کے تقاضوں کے خلاف اپنی خودی اور خود پرستی کو ترجیح دیتا ہے

ہمیں لازم ہے کہ خدا کی فرمانبرداری کریں کیونکہ اُسکی مرضی اُسکی پاک ذات کا اظہار ہے اور اسلئے اُسکی شریعت پاک اور حکم بھی پاک اور راست اور اچھا ہے۔ خداوند کریم کے تمام احکام اُسکے بندوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے ہیں۔

موسیٰ کی شریعت سے اِس امر کا نہایت صاف اور صریح ثبوت ملتا ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ خداوند کریم بڑی آرزو سے فرماتا ہے "ای کاش کہ اُنکے ایسے دل ہوں کہ وہ مجھسے ڈریں اور ہمیشہ میرے سب حکموں کی محافظت کریں تاکہ اُنکے لئے ابد تک بہتری ہو"۔ پس گناہ خدا کے رحیمانہ و بے از محبت ارادہ کی خلاف ورزی ہے اور گناہ کرنا گویا خدای تعالیٰ کی ذات و مرضی کا خلاف ڈھونڈتا ہے اور اس سے انسان اپنے خالق کی موافقت کھو بیٹھتا ہے اور اُس سے جدا ہو جاتا ہے چنانچہ پہلے گناہ سے اس امر کی بخوبی تشریح ہوتی ہے۔ آدمؑ اور حوا نے اپنے تئیں خدا سے چھپانے کی کوشش کی حالانکہ وہ اپنے بیحد رحم کے تقاضے سے اُنھیں ڈھونڈ رہا تھا۔

خدای تعالیٰ کی راستبازی اور محبت لامحدود ہیں اور گناہ اُسکی فرمانبرداری سے بغاوت ہے۔ وہ قادر مطلق چونکہ بالکل پاک و بے عیب ہے اسلئے وہ خود

گناہ کی سزا دیتا ہے۔ گناہ دنیا میں ازحد قبیح اور مکروہ چیز ہے۔ کلام اللہ میں مرقوم ہے کہ گناہ کی مزدوری موت ہے۔ گناہ میں جرم اور ناپاکی دونوں شامل ہیں۔ جرم خدا کے انصاف سے واسطہ رکھتا ہے اور ناپاکی اُسکی پاک نظر میں مکروہ اور مستوجب عقاب ٹھہرتی ہے۔ "جو کوئی گناہ کرتا ہے گناہ کا غلام ہے" اور اس طرح سے شیطان کا غلام بن جاتا ہے۔

تمام بنی آدم طبعاً اور عملاً گنہگار ہیں اور اگر اُس نجات کو جو خداوند کریم نے اپنے کمال رحم سے مسیح میں مہیا کی ہے قبول نہ کریں تو ہلاکت کی طرف جا رہے ہیں اور یقیناً ہلاک ہونگے۔ کیا آپنے کبھی اپنے دل پر گناہ کا بوجھ محسوس نہیں کیا؟ کیا آپکی کبھی یہہ زبردست آرزو نہیں ہوئی کہ گناہ کے جرم اور اُسکی ناپاکی و قدرت سے رہائی پاویں؟ خداوند کریم رؤف الرحیم کا شکر ہو کہ گناہ کا کافی اور مکمل علاج موجود ہے جو مجھ گنہگار و خاکسار نے آزمایا ہے اور نہایت شکرگزاری کے ساتھ آپ سے بھی عرض کرتا ہوں کہ اسے قبول کرکے اسکی برکت و راحت کو حاصل کریں۔

باب ششم

ابنُ اللہ کا تجسم اور کلام

جب مسیح ابنُ اللہ کہلاتا ہے تو اس سے ہرگز ہرگز یہ مُراد نہیں کہ خُدا نے نکاح کیا اور انسانی قاعدہ کے موافق اُسکے ہاں فرزند تولد ہوا بلکہ ابنُ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ازل ہی سے تثلیثِ اقدس کا اقنومِ ثانی اقنومِ اوّل کی ماہیت رکھتا ہے اور قدرت و جلال میں اُسکے برابر ہے۔ یہاں تک کہ جو کچھ باپ ہے بیٹا بھی ہے یعنی دونوں کی ماہیت ایک ہی ہے۔ پس یہ صاف ظاہر ہے کہ یسوع چونکہ ابنُ اللہ ہے لہذا اُسکی ذاتِ اقدس وُہی ہے جو خُدا باپ کی ہے اور اسلئے وہ الٰہی شخص ہے۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ خُدا کا ازلی بیٹا انسانی جسم اور معقول رُوح کے ساتھ رُوح القدس کی قدرت سے کنواری مریم طاہرہ کے رحم میں سکونت پذیر ہوکر تولد ہوا۔ لیکن چونکہ وہ بے گناہ تھا اسلئے وہ انسانیت و اُلوہیت کی ممزوج ہستی کے ساتھ ایک ذاتِ واحد میں ہمیشہ کے لئے خُدا اور انسان دونوں ہے یسوع کامل انسان تھا۔ وہ بھوکا پیاسا اور تھکا ماندہ ہو جاتا تھا وہ سوتا جاگتا اور روتا بھی تھا۔ آدم کے گرنے کے وقت سے بگڑی ایک بے گناہ انسان دُنیا میں آیا

ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ دینے کے لئے صلیب پر مُوا اور چونکہ اُسکی ذات میں کامل انسانیت اور کامل اُلوہیت تھی اسلئے اُسکی ایک ہی قربانی سے تمام جہان کے گناہوں کا کافی کفارہ ہو گیا۔ چنانچہ یسعیاہ نبی اُسکے حق میں کہتا ہے "وہ ہمارے گناہوں کے سبب سے گھائل کیا گیا اور ہماری بدکاریوں کے باعث کُچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی اور اُس کے مار کھانے سے ہم چنگے ہوئے"۔ یوحنا اصطباغی نے اُسکے حق میں یُوں شہادت دی "دیکھو یہ خُدا کا برہ جو دُنیا کا گناہ اُٹھا لیجاتا ہے"۔ پولوس رسول اُسکے حق میں کہتا ہے "مسیح کتابِ مقدس کے بموجب ہمارے گناہوں کے لئے مُوا" یوحنا انجیل نویس لکھتا ہے "وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دُنیا کے گناہوں کا بھی"۔

مسیحی دین کی یہ [illegible] نہایت عظیم اور بُنیادی تعلیم ہے۔ یہ ظاہر کرتی ہے کہ تمام بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ پورا کافی اور مفت دیا جا چکا ہے اور ہر ایک کو دعوت دیجاتی ہے کہ اُسے قبول کرکے اور اس پر ایمان لاکے نجات پاوے گناہوں کی معافی کے لئے کفارہ ازبس ضروری ہے چنانچہ مرقوم ہے "بغیر خون بہائے معافی نہیں ہوتی"۔ کوئی دوسرا شخص اس لائق نہ تھا کہ بنی آدم کے گناہ کو اُٹھائے اور خُدای تعالیٰ و قدوس کے عدل کے تقاضے کو پورا کرے۔

چنانچہ کلام اللہ میں مرقوم ہے "کسی دوسرے کے وسیلہ سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جسکے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں"۔ پھر یوں بھی مندرج ہے "اُس نیو کے سوا جو پڑی ہوئی ہے اور وہ یسوع مسیح ہے کوئی شخص دوسری نہیں رکھ سکتا"۔

ابن اللہ کا مجسم ہونا مسیحی دین کی نہایت عظیم اور بنیادی حقیقت ہے۔ انسانی جسم اختیار کرکے اُس نے کفارے کے کام کو پورا کیا۔ اپنے لوگوں کو رہائی بخشی اور اُنکے لیئے ازلی و ابدی نجات کو خریدا۔ اپنی زمینی زندگی میں وہ بھی ہماری طرح آزمایا گیا لیکن اُسنے گناہ نہ کیا۔ اس سے وہ نہایت ہمدرد سردار کاہن کی حیثیت میں ہمارے قریب آگیا اور مزدعت کے وقت ہم اُسکے حضور میں جاسکتے ہیں اور جب ہم آزمایش میں مبتلا ہوں وہ ہمیں رہائی دینے پر قادر ہے۔ چنانچہ اسطرح سے وہ زندگی بخش کلام ہم پر ظاہر ہوا اور اُسکے وسیلہ سے ہم خدا باپ اور اُسکے بیٹے یسوع مسیح سے رفاقت رکھ سکتے ہیں۔

ابن اللہ ہوکر وہ بنی آدم کے لیئے آخری و اعلیٰ دین اور خدا کی طرف سے پیغام لایا۔ اُسی کے وسیلہ سے آخرالامر خدای تعالیٰ کی ذات و صفات اور منشا کا انکشاف ہوا۔ اس موجودہ زندگی میں انسان کو اسپر مزید انکشاف کی ضرورت نہیں اور خدا تمام بنی آدم کا (جن پر خدا کی طرف سے یہ انکشاف ہوا ہے) یسوع مسیح میں اُسکے رد و قبول کے موافق انصاف کریگا۔

بابِ ہفتم

رُوح القدس اور اُسکا کام

باب سوم میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ رُوح القدس صاحبِ شخصیت اور صاحبِ اُلوہیت ہے۔ خدا نے یسوع مسیح کے وسیلہ سے جہان میں اپنا ظہور فرمایا۔ جب یسوع مسیح آسمان پر صعود فرمایا گیا تو پینتیکوسٹ کے موقع پر رُوح القدس نے نزول فرمایا اور ہمیشہ اُسکے بندوں کے ساتھ رہتا ہے اور خداوند مسیح اب اُسی کے وسیلہ سے دُنیا میں کام کرتا ہے وہ رُوح اللہ۔ رُوح المسیح۔ رُوح القدس۔ رُوح الحق اور تسلی دینے والے کے نام سے نامزد ہے۔ اُسکا کام کئی قسم کا ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ وہ برگزیدوں کو نئی پیدایش بخشتا ہے۔ "جب ہمارے منجی خدا کی مہربانی اور انسان کے ساتھ اُسکی اُلفت ظاہر ہوئی تو اُسنے ہم کو نجات دی مگر راستبازی کے کاموں کے سبب سے نہیں جو ہم نے خود کیئے بلکہ اپنی رحمت کے مطابق نئی پیدایش کے غسل اور رُوح القدس کے ہمیں نیا بنانے کے وسیلہ سے"۔ ایمان کا انعام جسکے وسیلہ سے بنی آدم اپنی روحوں کی نجات حاصل کرتے ہیں اُنکے دلوں میں رُوح القدس کے کام سے ہی

حاصل ہوتا ہے۔ ایمانداروں کی تقدیس جسکے وسیلہ سے گناہ کی نسبت مُردہ اور راستبازی کی نسبت زندہ ہوتے چلے جاتے ہیں رُوح القدس ہی کا کام ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ازل ہی سے اپنے بندوں کو اسلئے چُن لیا تھا کہ رُوح کے ذریعہ سے پاکیزہ بن کر اور حق پر ایمان لاکر نجات پاویں۔ اِس کام میں رُوح خدا کا کارندہ اور راستی کا ہتھیار ہے۔

رُوح القدس گناہ سے قائل کرتا ہے۔ مسیح کو ظاہر کرتا ہے۔ ایمانداروں کو طاقت وقوت بخشتا ہے اور اِس امر کی شہادت دیتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے فرزند ہیں۔ وہ ایمانداروں کی ہدایت کرتا ہے۔ وہ اُن میں چال چلن کی خوبیاں اور محبت وخوشی وسلامتی یعنے رُوح کے پھل پیدا کرتا ہے وہ ایمانداروں کو راستی کی طرف لیجاتا ہے اور رُوح القدس کی مدد کے بغیر ہم کلام اللہ کو بھی مطلق نہیں سمجھ سکتے۔ وہ دُعا کرنا سکھاتا ہے۔ وہ بولنے میں دلیری بخشتا ہے اور مسیح کے حق میں گواہی دینے کی جرأت عنایت فرماتا ہے۔

رُوح القدس اپنے کام میں عموماً کلام اللہ کو وسیلہ بناتا ہے۔ وہ رُوح القدس کہلاتا ہے کیونکہ اُسکی ذات قُدّوس ہے اور ایمانداروں کی تقدیس کرتا ہے۔ رُوح القدس کے مذکورہ بالا کاموں سے صاف عیاں ہے کہ بنی آدم کے روحانی زندگی حاصل کرنے اور اُسے قایم رکھنے کا دارومدار

بالکل اُسی کے کام پر موقوف ہے۔ مُبارک ہے خدای پاک جو رُوح القدس مانگنے والوں کو دینے پر اِس قدر تیار ہے کہ زمینی والدین بھی اپنی اولاد کو اچھی چیزیں دینے پر ایسے تیار نہیں ہیں۔

* * *

باب ہشتم

راہِ نجات

جو خطاؤں اور گناہوں میں مُردہ ہیں اُنکے لئے نجات کے کام کا شروع یہہ ہے کہ اُن میں نئی زندگی آجائے۔ جو گفتگو خُداوند مسیح نے نیقودیمس سے کی اُس سے اظہر من الشمس ہے کہ اِس نئی زندگی کا حصول بالکل لابدی ہے۔ چنانچہ اُس نے فرمایا کہ "جب تک اِنسان از سرِ نو پیدا نہ ہو خُدا کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا ..... جب تک اِنسان رُوح سے پیدا نہ ہو خُدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا ..... تمہیں از سرِ نو پیدا ہونا ضرور ہے"۔ جس طرح مُردہ انسان اپنے تئیں زندہ نہیں کرسکتا اُسی طرح یہ بات بھی صاف ظاہر ہے کہ اِنسانی اعمال کے وسیلہ سے نجات حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ محض بخشش ایزدی اور خُدا کی قُدرت سے عنایت ہوتی ہے۔ کلام اللہ کے مطابق نجات بالکل فضل ہی سے عنایت کیجاتی ہے یعنی ایسا عطیہ ہے جسکا اِنسان کسی طرح سے حقدار نہیں ہے بلکہ خُدا کا مُفت بخشا ہوا اور مُفت فضل ہے۔ نیک اعمال یا دینداری کے وسیلہ سے اُسے حاصل کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں مرقوم ہے "ہماری ساری راستبازیاں گندی دھجی

ی ہیں"۔ پھر لکھا ہے "شریعت کے اعمال سے کوئی بشر اُسکے حضور راستباز نہیں ٹھہریگا"۔ پھر یوں مندرج ہے "راستبازی کے کاموں کے سبب سے نہیں جو ہمنے خود کئے بلکہ اپنی رحمت کے مطابق اُسنے ہمیں نجات بخشی۔" گنہگار صرف مسیح کی معرفت خُدا کی عجیب رحمت ہی کے وسیلہ سے گُناہ سے رہائی حاصل کرسکتا ہے۔

ملک امریکہ کا ایک نہایت مشہور واعظ اور دینی مُعلّم کہتا ہے کہ اِنسان کو نجات حاصل کرنے کے لئے دو باتوں کو جاننا اور ایک بات کو عمل میں لانا ضرور ہے۔ اوّل اُسے یہہ جاننا ضرور ہے کہ وہ برگشتہ اور گم گشتہ گنہگار ہے۔ دوم یہہ کہ مسیح کافی و قادر نجات دہندہ ہے۔ جو اُسے کرنا ضرور ہے وہ یہہ ہے کہ اِس خُدا کی طرف سے بھیجے ہوئے نجات دہندہ کو قبول کرے۔ یسعیاہ نبی بتاتا ہے کہ اِنہی دو ضروری باتوں کو جاننا ضرور ہے۔ "ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا (یعنی ہم گم گشتہ گنہگار ہیں) پر خُداوند نے ہم سبھوں کی بدکاری اُس (مسیح) پر لادی"۔ وہ خُدا کی طرف سے ہمارے گناہوں کی قربانی کے طور پر مہیا کیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "اُسنے کوئی گُناہ نہ کیا۔ وہ آپ ہمارے گُناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا"۔ انجیل شریف میں یُوحنا ہمیں بتاتا ہے کہ ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ خُدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اُسنے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر

یمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے"۔ "جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے اُنھیں خُدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی اُنھیں جو اُسکے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ پس رسول فرماتا ہے "خداوند یسُوع پر ایمان لا اور تو نجات پائیگا"۔ میں کیا کروں کہ نجات پاؤں؟ کتابِ مقدس فرماتی ہے "خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لا اور تو نجات پائیگا"۔ اِسکا مطلب یہ ہے کہ میں افعال و اقوال اور خیالات یعنی ہر طرح کی ذاتی نیکی پر بھروسا کرنا ترک کرکے صرف خُداوند یسوع مسیح پر توکّل کروں اور گناہوں کی معافی حاصل کرنے اور خُدا کے حضور میں مقبول ٹھہرنے کے لئے اُسی کے خون اور اُسی کی راستبازی پر بھروسا کروں اور اُمید رکھوں جیسے کہ بچّہ اپنی ماں کی گود میں کامل اطمینان حاصل کرتا ہے۔ نہ ماں کی مدد و محافظت کو رد کرتا ہے اور نہ پریشانی و دہشت کے باعث اُس سے چمٹا جاتا ہے کیونکہ اِن دونوں صورتوں میں اُسکی کم اعتقادی کا اظہار ہوگا بلکہ وہ پورے طور سے ماں کی قُوّت پر بھروسا کرکے اپنے تئیں کامل اطمینان سے اُسکے سپرد کردیتا ہے۔ اِسی طرح سے مُجھے بھی ضرور ہے کہ اپنے تئیں پورے طور سے اپنے قادر نجات دہندہ خُداوند یسُوع مسیح کے سپرد کروں کیونکہ وہ اُن سب کو جو اُسکے وسیلہ سے خُدا کے پاس آتے ہیں آخر تک بچانے پر قادر ہے۔

پس خُدا کے فضل سے (کیونکہ ایمان خُدا کی بخشش ہے) مسیح پر

بھروسہ کرنے سے مجھے خُدا کی قوت محفوظ رکھیگی۔ اور آخرکار ایمان کے وسیلہ سے مجھپر وہ نجات منکشف ہوجاویگی جسکا انکشاف رُوح القُدس کرتا ہے جو اُسکی طرف سے نازل ہوکر میرے دل کو یہاں تک پاک کریگا کہ آخرالامر میں بالکل بیداغ ہوکر خُدا کے حضور میں حاضر کیا جاؤنگا۔ پس مجھے ضرور ہے کہ کانپتا اور تھرتھراتا ہُوا اپنی نجات کے کام کو کئے جاؤں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ نجات کی خواہش اور کام مجھ میں اُسی کی طرف سے ہیں اور روح کا بیعانہ پاکر اب میں خُدا کا فرزند اور مسیح کے ساتھ میراث میں شریک ہوں اور نہایت ضروری ہے کہ میں اپنی عملی زندگی سے اِس فرزندیت اور شراکت کا ثبوت دوں۔

اِس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جب کوئی اپنی گمگشتہ حالت کو دیکھ لے اور محسوس کرلے اور کلام اللہ کی شہادت سے یقین کرلے کہ فی الحقیقت اُسکی حالت ایسی ہی ہے اور ایمان لاوے کہ صرف خداوند یسُوع مسیح ہی اکیلا نجات دہندہ ہے اور نجات بخشنے پر رضامند ہے تو چاہئے کہ مسیح کے وسیلہ سے اپنے آپ کو بالکل خُدا کے رحم کے حوالے کردے اور تہِ دل سے پُکار کر کہے "اَے خُداوند مجھ گنہگار پر رحم کر"۔ پھر آگے کو ہمیشہ کے لئے ہمہ تن خداوند کا ہوجاوے اور اُسکا اقرار کرے۔ مسیح اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ تائب گنہگار کو قبول کرنے اور اُسکے گناہ معاف فرمانے کے لئے تیار ہے کیونکہ اُس نے

خود فرمایا ہے کہ "ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت خُدا کے فرشتوں کے سامنے خوشی ہوتی ہے۔" گناہ کا اعتراف جو گنہگار کو نجات کی تلاش کی طرف راغب کرتا ہے رُوح القدس کا کام ہے۔ اور وہ ایمان جسکے وسیلہ سے اِنسان مسیح کو اپنا نجات دِہندہ قبول کرتا ہے خُدا کی بخشش ہے۔

خواہ آدمی کیسا ہی بدکار ہو اگر وہ فی الحقیقت مسیح کی طرف رجوع لاوے اور سچی توبہ کرے اور اُسکی شاگردی کا مصمم ارادہ کرے تو مسیح یقیناً اُسے قبول فرمائیگا کیونکہ "وہ اُنکو جو اُسکے وسیلہ سے خُدا کے قریب آتے ہیں آخر تک بچانے پر قادر ہے۔" اور اُسنے خود فرمایا ہے کہ "میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو توبہ کی طرف بُلانے آیا ہوں۔" یُوں بھی فرمایا ہے کہ "جو کوئی مجھ پاس آتا ہے میں اُسے ہرگز نکال نہیں دونگا۔" لہذا کسی کے لئے بھی نجات کے باب میں مایوس ہونیکا موقع نہیں ہے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے خُدا کی طرف رجوع لاوے اور کامل اعتماد کے ساتھ مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبول کرے۔ نجات کا یہ راستہ تمام بنی نوع کے لئے مناسب حال اور کافی ہے۔ کلام اللہ میں اُن سب کے لئے ہے جو قبول کرنیکو تیار ہیں۔ صرف مسیح کے وسیلہ سے ممکن ہے کہ گنہگار اِنسان خُدای قُدوس کے حضور میں پہنچ سکے چنانچہ مسیح نے خود فرمایا ہے "راہ اور حق اور زندگی میں ہوں۔ کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔"

خُدای تعالیٰ نے اپنے بیحد رحم سے گنہگار کے فدیہ کا اہتمام کیا ہے لیکن اُس سے فیض حاصل کرنا صرف تب ہی ممکن ہے کہ ہم اُسے شخصی طور پر اپنے لئے قبول کریں۔ لوگوں کو اِس امر کی توفیق بخشنے کے لئے مسیح نے اپنا رُوح القدس اُنکو عنایت فرمایا ہے۔ مسیح صرف اپنی قربانی کے وسیلہ سے گناہ کی سزا ہی سے نہیں بچاتا بلکہ اُسکا خون گناہ کی تمام آلایش سے پاک کرتا ہے اور اپنی روح کے وسیلہ سے وہ اپنے لوگوں کے دلوں میں داخل ہوکر سکونت کرتا ہے اور اُنکو توفیق بخشتا ہے کہ اسپر بھروسا رکھیں اور اُسے اپنا نجات دہندہ تسلیم کریں اور اُس سے قوت پاکر اِسی زندگی میں گناہ پر غالب آویں اور پہلے کی طرح گناہ اُنپر حکومت نہ کرے۔ چنانچہ مرقوم ہے "ہمکو اس لائق کیا کہ نور میں مقدسوں کے ساتھ میراث کا حصّہ پائیں۔ ایک غیر فانی لازوال میراث جو اُنکے لئے آسمان پر محفوظ ہے جو خُدا کی قدرت سے ایمان کے وسیلہ سے اُس نجات کے لئے حفاظت کئے جاتے ہیں جو آخری وقت میں ظاہر ہونیکو تیار ہے۔" پس صاف ظاہر ہے کہ جو نجات مسیح میں مہیا کی گئی ہے اُس میں نئی پیدایش۔ راست ٹھہرنا۔ تبنیت۔ تقدیس قیامت اور جلال شامل ہیں۔

بابِ نہم

مسیحی کلیسیا اور اُسکے خادم الدین

رُوحانی مسیحی کلیسیا میں وہ لوگ شامل ہیں جو مسیح کے بے بہا خون کے وسیلہ سے نجات یافتہ ہیں اور جنہوں نے مسیح سے روحانی زندگی حاصل کی ہے۔ ظاہری کلیسیا سے وہ لوگ اپنے بال بچوں سمیت مُراد ہیں جو مسیح کو اپنا نجات دہندہ اور خداوند مانتے ہیں۔

ہم مانتے ہیں کہ مسیحی ایمانداروں کی جماعتوں میں الٰہی تقرر کے موافق پیشوا ہونے چاہئے جوکہ ایلڈر یا اُسقف کہلاتے ہیں۔ جنکا فرض یہ ہے کہ رُوحانی چرواہوں کے طور پر جماعت کی پرورش اور محافظت کریں۔ چنانچہ پولس نے افسس کی کلیسیا کے بزرگوں کو لکھتے وقت اِس بات کا صاف بیان کیا ہے۔ مناسب ہے کہ یہ روحانی پیشوا فی الحقیقت دیندار اور بے عیب زندگی بسر کرتے ہوں اور کلیسیا کی حکومت اور تعلیم کی لیاقت رکھتے ہوں یہ پیشوا ایمانداروں کے ایمان پر کچھ اختیار نہیں رکھتے بلکہ اُن کی شادمانی میں مددگار ہیں اور مسیح کی خاطر اُنکے خادم۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قدیم کلیسیا میں غریبوں کی خبرگیری کے لئے

عہدہ دار مقرر کئے جاتے تھے اور اہل فلپی کو سلام بھیجتے وقت پولس نے کلیسیا کے بزرگوں یا قسیسوں کے ساتھ ڈیکنوں کا بھی ذکر کیا ہے چاہئے کہ یہ قوی دیانتدار۔ سنجیدہ۔ اور بے الزام ہوں۔

بابِ دہم

بپتسمہ اور عشاءِ ربانی

بپتسمہ اور عشاءِ ربانی کی پاک رسوم۔ مسیح نے مقرر کیں جنکے وسیلہ سے خود مسیح اور نئے عہد کے فیوض کی یادگار کا اظہار ہوتا رہتا ہے اور ایماندار اُنسے ہمیشہ فیضیاب ہوتے ہیں۔

بپتسمہ۔ بپتسمہ وہ پاک رسم ہے جسمیں باپ۔ بیٹے اور رُوح القدس کے نام سے پانی سے دھونا مسیح کے خون سے رُوح کے پاک کئے جانے پر دلالت کرتا ہے اور فضل کے عہد پر مہر ہے جیساکہ مُوسوی شریعت میں ختنہ تھا۔ جو بالغ اشخاص بپتسمہ پاتے ہیں وہ اِسکے ذریعہ سے باپ۔ بیٹے اور رُوح القدس پر ایمان لاتے اور اُنکی فرمانبرداری کا علانیہ اقرار کرتے ہیں اور اپنے ایمان کے اِس علانیہ اقرار پر مسیحی کلیسیا میں شامل کرلئے جاتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں بچے ختنہ کے وسیلہ سے ابراہیمی عہد میں شامل کئے جاتے تھے اور نئے عہد میں جسمیں بپتسمہ ختنہ کا قائم مقام ہے ایمانداروں کے بچے اُسمیں شامل ہیں اور اُسکی مُہر یعنی بپتسمہ پانے کے حقدار ہیں پطرس رسول فرماتا ہے۔ "یہ وعدہ تمسے اور تمہاری اولاد سے ہے" والدین کے

ایمان کی بنا پر اولاد بپتسمہ پاسکتی ہے۔ چنانچہ جب خداوند نے لدیا کا دل کھولا کہ وہ پولس کے وعظ پر کان لگاوے تو اُسنے اپنے تمام خاندان سمیت بپتسمہ پایا۔

عشاءِ ربانی۔ عشاءِ ربانی وہ پاک رسم ہے جو مسیح نے اُس رات کو مقرر کی جسمیں وہ پکڑوایا گیا۔ اس رسم میں روٹی کا ذراسا ٹکڑا اور انگور کا تھوڑا سا رس اُسکے توڑے ہُوئے بدن اور بہائے ہُوئے خون کے نشان کے طور پر مسیح کے فرمان کے مطابق کھایا پیا جاتا ہے۔ جو سچے ایمان اور حقیقی فرمانبرداری سے مسیح کے بدن اور خون کی ان علامتوں کو قبول کرتے ہیں وہ "جسمانی طور سے نہیں بلکہ روحانی طور سے اور ایمان کے وسیلہ سے اُسکے گذرانے ہوئے بدن اور خون میں شریک ہوکر اُس سے فیضیاب ہوتے ہیں اور روحانی غذا اور فضل کی کثرت حاصل کرتے ہیں"۔ یہ روحانی زندگی کے لئے روحانی غذا ہے اور اگر کسی نے روحانی زندگی حاصل نہ کی ہو تو اُسکو عشاءِ ربانی میں شریک ہونے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا بلکہ نقصان پہنچیگا۔ نئے عہد میں عشاءِ ربانی عید فسح کی قائم مقام ہے۔ عشاءِ ربانی میں مناسب طور سے شریک ہونے والے اُسکے وسیلہ سے ایمان کی راہ سے اپنے خداوند سے شرکت رکھتے ہیں اور مسیح کی موت کو اپنے گناہوں کی قربانی کی موت دیکر روحانی طور سے اُس سے فیض پاتے ہیں۔ علاوہ بریں ایک ہی

میں شریک ہونے کے وسیلے سے آپس میں بھی باہمی رفاقت رکھتے ہیں۔

کلام اللہ میں ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ عشاءِ ربانی میں مناسب طور سے شریک ہونے کے لئے ضرور ہے کہ آدمی اپنے تئیں خوب جانچے اور دیکھے کہ آیا وہ محسوس کرسکتا ہے کہ خداوند کا بدن توڑا گیا اور خون بہایا گیا اور یہ سب کچھ اُسکے گناہوں کا کفارہ دینے کے لئے ہوا ہے آیا وہ ایمان کے وسیلہ سے خداوند سے روحانی غذا حاصل کرسکتا ہے اور اُس قیمتی قربانی سے فیضیاب ہوسکتا ہے؟ کیونکہ جو کوئی نامناسب طور سے کھاتا اور پیتا ہے وہ اپنی سزا کھاتا اور پیتا ہے۔ عشاءِ ربانی کی رسم کی یادگار خداوند کے لوگوں میں اُسکی آمدِ ثانی تک جاری رہیگی۔ پس اِس رسم کے وسیلہ سے مسیحی ایماندار ایک طرف تو پیچھے لوٹ کر خداوند کی صلیبی موت پر نظر کرتے ہیں اور دوسری طرف اُسکی جلالی آمدِ ثانی کو دیکھتے ہیں۔

بابِ یازدہم

بقاءِ رُوح و قیامتِ جسم

ہم رُوحِ انسانی کو باقی مانتے ہیں لہٰذا موت انسانی ہستی کا خاتمہ نہیں ہے۔ ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ موت پر خاک خاک سے ملجاتی ہے لیکن روح خُدا کے پاس واپس چلی جاتی ہے۔ ہمارا خُداوند یہ تعلیم دیتا ہے کہ بدکاروں کی سزا اور نیکوکاروں کی مبارکبادی ابدی ہوگی۔ اِس سے نہایت صفائی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسانی ہستی غیرفانی ہے۔

ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ مُردوں کی قیامت ہوگی۔ مسیح نے اپنی صاف اور مکرر پیشین گوئیوں کے مطابق تیسرے دن زندہ ہوکر اپنی قیامت سے نہایت صاف نظیر اور بیّن ثبوت ہم پہنچایا ہے۔ اِس عظیم الشان حقیقت کی تعلیم عہدِ عتیق میں دی گئی تھی۔ چنانچہ مرقوم ہے "اُن میں سے بہتیرے جو زمین پر خاک میں سو رہے ہیں جاگ اُٹھینگے۔ بعضے حیاتِ ابدی کے لئے اور بعضے رسوائی اور ذلتِ ابدی کے لئے۔" مسیح نے بھی یُوں فرمایا کہ "وہ وقت آتا ہے جب وہ سب جو قبروں میں ہیں اُسکی آواز کو سُنینگے اور قبروں سے نکل آوینگے۔" وہ زندگی کی قیامت اور سزا کی قیامت کا بھی ذکر کرتا ہے۔

اگرچہ جو جسم خاک میں ملجاتا ہے اُسی کی قیامت ہوگی تو بھی ہم کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اُسمیں نہایت عجیب تبدیلی ہوگی۔ جیسا کہ پودا بیج سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے "قیامت میں بیاہ شادی نہ ہوگی بلکہ لوگ آسمان میں فرشتوں کی مانند ہونگے۔" مومنین کی قیامت کے بارہ میں ہمیں یہ تعلیم دیگئی ہے کہ جسم "فنا کی حالت میں بویا جاتا ہے اور بقا کی حالت میں جی اُٹھتا ہے بے حرمتی کی حالت میں بویا جاتا اور جلال کی حالت میں جی اُٹھتا ہے۔ کمزوری کی حالت میں بویا جاتا ہے اور قوت کی حالت میں جی اُٹھتا ہے۔ نفسانی جسم بویا جاتا ہے اور روحانی جسم جی اُٹھتا ہے۔" اور ہم جانتے ہیں کہ ہمارا خداوند "ہماری پست حالی کے بدن کی شکل بدل کر اپنے جلالی بدن کی صورت پر بنائیگا۔"

بابِ دوازدہم

آخری عدالت اور سزا و جزا

خدای تعالیٰ نے ایک دن مقرر کیا ہے جسمیں وہ یسوع مسیح کے وسیلے تمام جہان کی عدالت کریگا۔ کیونکہ باپ خود کسی کی عدالت نہیں کرتا بلکہ اُسنے تمام عدالت بیٹے کو سونپ دی ہے اور اُسے عدالت کرنیکا اختیار دیا ہے کیونکہ وہ ابن آدم ہے۔ ہم سب کو مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا تاکہ ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ پاوے۔ خواہ بدلہ اچھا ہو خواہ بُرا۔ اِس عدالت کے رو سے افعال و اقوال اور خیالات کا بھی بدلہ ملیگا۔ کیونکہ تو اپنی باتوں کے سبب سے راستباز ٹھہرایا جاویگا اور اپنی باتوں کے سبب سے قصوروار ٹھہرایا جائیگا۔ کیونکہ خدا ہر ایک فعل کو ہر ایک پوشیدہ چیز کے ساتھ خواہ بھلی خواہ بُری عدالت میں لائیگا۔"

جنھوں نے اپنے خداوند کی پیروی کی ہے اور وفاداری سے اُسکی خدمت کی ہے اُنکو بہت بڑا اجر ملیگا کیونکہ اسوقت راستباز حیاتِ ابدی میں داخل ہونگے اور خداوند کے حضور سے کامل خوشی اور تازگی حاصل کرینگے۔ لیکن بدکار لوگ جو خدا کو نہیں جانتے اور اُسکے بیٹے یسوع مسیح کی انجیل کو نہیں مانتے "وہ خداوند

کے چہرے اور اُسکی قدرت کے جلال سے دور ہوکر ابدی ہلاکت کی سزا پائینگے
مُناسب بلکہ واجب ولازم ہے کہ اس مذکورہ بالا عدالت کا تیقن ہمکو گناہ سے
باز رکھے اور اُس راستکار ومنصف عادل کا خیال خداپرستوں کے لئے تکالیف
ومصائب کے وقت نہایت تسلی واطمینان کا باعث ہووے۔ ہم نہیں جانتے
کہ وہ روزِ عدالت کب آئیگا اور یہ اسلئے ہے کہ ہم غافل ولاپروا نہ ہوجاویں بلکہ
ہروقت اپنے خداوند اور انصاف کرنیوالے کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے تیار
ومستعد رہیں۔

ہم خوب جانتے ہیں کہ ہماری آیندہ حالت اُس فیصلہ کے موافق ہوگی
جو ہم اس زندگی میں مسیح اور اُسکی نجات کے بارے میں کرینگے۔ اسلئے از حد
مُناسب ہے کہ ہم اپنی اس موجودہ زندگی کو کمال ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ
اپنی آیندہ کی ابدی بہبودی کے ایک ہی موقعہ کے طور پر استعمال کریں اور ہمیشہ
خداوند پر کامل توکل کرکے اُمید کے ساتھ اُسوقت کا انتظار کریں جب ہم مسیح کے
تختِ عدالت کے سامنے بے خوف کھڑے ہونگے۔

حصّۂ دوم

فروعِ دین

یعنی

فرائض

تمہید

جس فرائض کی بجاآوری خدا تعالیٰ انسان سے طلب کرتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان خدا کی پاک و منکشف مرضی کی فرمانبرداری کرے۔ اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسکی مرضی اسکی پاک و پُر از محبت ذات کے موافق اور مخلوقات کی بہتری اور بہبودی کے لئے ہے۔ قدیم زمانہ میں جو قاعدہ اسکی فرمانبرداری کا انسان پر ظاہر کیا گیا وہ اخلاقی شریعت تھی جسکا خلاصہ دس حکموں[1] میں مندرج ہے ان دس حکموں کے مطلب کو مسیح نے دو حکموں میں جمع کر دیا اور فرمایا کہ "خداوند[2] اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے اور دوسرا اسکی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ اِن ہی دو حکموں پر تمام توریت اور انبیا کے صحیفوں کا مدار ہے" تاہم مسیحی زندگی کی ہدایت کے لئے ایسے چند فرائض کا ذکر کرنا جنکی ہمیں کلام اللہ میں تعلیم ملتی ہے خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

بابِ اوّل

توبہ

یوحنا اصطباغی نے بیابان میں توبہ کی منادی کی چنانچہ مرقوم ہے "توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔" جب یوحنا قید خانہ میں پڑ گیا تو یسوع نے گلیل میں آکر خدا کی خوشخبری کی منادی کی اور کہا کہ وقت پورا ہوگیا ہے اور خدا کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے توبہ کرو اور خوشخبری کو مانو۔ توبہ گناہ پر محض افسوس کرنے اور سزا و بدنتائج سے ڈرنے سے بڑھکر ہے۔ گناہ پر سچی پشیمانی اور اس سے حقیقی نفرت کا نام توبہ ہے کیونکہ گناہ فی الحقیقت نامناسب اور مجرمانہ فعل ہے۔ گناہ دراصل خدا تعالیٰ کی پاک شریعت کی عمداً خلاف ورزی ہے اور اُس ذات پاک سے قصداً سرکشی کرنا ہے۔ پس توبہ اسکا نام ہے کہ انسان گناہ سے فی الحقیقت تہ دل سے پشیمان ہو۔ خدا کی طرف رجوع کرے اور بدل وجان اسکی پاک شریعت کی پابندی و بجاآوری پر آمادہ ہو۔ لیکن گنہگار کی مغفرت کے لئے محض توبہ ہی کافی نہیں ہے۔ عہد عتیق کے موافق گنہگار کو گناہ کی قربانی گذراننا فرض تھا اور عہد جدید کے موافق اُسے واجب ہے کہ مسیح کی کامل قربانی میں پناہ گزین ہو اور پاکیزگی و مغفرت حاصل کرے۔ چنانچہ اسی لئے مسیح نے

یوں فرمایا ہے کہ "توبہ کرو اور خوشخبری کو مانو"

اِسلئے حقیقی مسیحی کی توبہ میں ذیل کی باتیں شامل ہیں: (۱) گناہ پر پشیمانی (۲) گناہ کو ترک کرنا (۳) گناہ سے پاک ہونے اور مغفرت حاصل کرنے کے لیئے مسیح کے کفارے پر اُمید سے نظر کرنا (۴) خُدا کی فرمانبرداری اور مسیح کی خدمت میں زندگی بسر کرنے کا مصمم ارادہ کرنا۔ جو لوگ اِس طرح سے توبہ کرتے ہیں اُنکو قبول کرنے کے لیئے خُدا ہمیشہ تیار ہے۔ چُنانچہ مرقوم ہے کہ "وہ کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے"

باب دُوم

یسُوع مسیح پر ایمان

مسیح پر ایمان لانا راست باز ٹھہرائے جانے کی ضروری شرط ہے۔ یہہ خُدا کے مُفت فضل سے راست باز ٹھہرانے میں وسیلہ ٹھہرتا ہے اگرچہ راستباز ٹھہرنے کے لیئے بُنیادی امر نہیں ہے۔ ایمان ہی وہ ہاتھ ہے جسکے وسیلہ سے ہم اُس بیش بہا انعام کو حاصل کرتے ہیں جو مسیح نے خریدا اور بنی آدم کو مُفت پیش کیا ہے۔ چُنانچہ مرقوم ہے کہ "تم کو ایمان ہی کے وسیلہ سے فضل ہی سے نجات ملی ہے اور یہہ تمہاری طرف سے نہیں۔ خُدا کی بخشش ہے۔ جب ہم ایمان سے راستباز ٹھہرے تو خُدا کے ساتھ اپنے خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے صُلح رکھیں" مسیحی دین میں ایمان ازبس ضروری ہے کیونکہ یوں بھی مندرج ہے کہ "ایمان کے بغیر خُدا کو پسند آنا ناممکن ہے"

نجات بخش ایمان سچائی کو محض تسلیم کرنے سے کہیں بڑھکر ہے۔ ایماندار بیشک مسیح اور اُسکی شخصیت اور اُسکے کام کے بارہ میں کلامُ اللہ کی شہادت کو سچ اور حق تسلیم کرتا ہے لیکن حقیقی ایماندار اِس سے

بڑھکر مسیح کی ذات پر بھروسہ رکھتا ہے اور اُسکے کلام پر کامل توکل
کرتا ہے اور خُدا کی نظر میں راستباز ٹھہرنے کے لئے یسوع مسیح کی کامل
قربانی مندرجۂ انجیل کو قبول کرتا ہے۔ مسیح کے کفارہ پر اِس قسم کا شخصی
ایمان نہایت ضروری اور بنیادی بات ہے۔ یہہ ایمان وہ نالی ہے جسمیں
سے ہوکر اُمید۔ اِطمینان و سلامتی۔ خوشی اور روحانی قوت مسیح سے اُسکی
رُوح کی معرفت اُسکے ایماندار بندوں تک بہتی ہیں اور جیساکہ مضبوط
اور مستقل ہمارا ایمان ہوگا ویسی ہی رُوحُ القُدس کی یہہ برکات ہم میں
بڑھتی رہیں گی۔ چنانچہ ہمارے خُداوند نے بار بار فرمایا "جیسا تُمہارا
ایمان ہے ویسا ہی تُمہارے لئے ہو"۔

بابِ سوم

مسیح کا اِقرار

مسیح کا اقرار کرنا از حد ضروری اور واجبی فرض ہے۔ پولُس رسول فرماتا ہے
کہ "راستبازی کے لئے ایمان دل سے ہوتا ہے اور نجات کے لئے اقرار
مُنہ سے کیا جاتا ہے"۔ اور ہمارے مُبارک خُداوند نے ہمیں نہایت
صفائی سے یہہ تعلیم دی ہے کہ "جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار
کریگا مَیں بھی اپنے باپ کے سامنے جو آسمان پر ہے اُسکا اِقرار کرونگا۔
لیکن جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا انکار کریگا مَیں بھی اپنے باپ کے
سامنے جو آسمان پر ہے اُسکا انکار کرونگا" خُداوند کے اِس فرمان سے صاف
عیاں ہے کہ مسیحی دین مسیح کے اِنکار یا اخفاءِ ایمان کی ہرگز اجازت
نہیں دیتا۔

بپتسمہ پانے اور عشاءِ ربانی کی رسم کو بجالانے سے مسیحی لوگ
مسیح کے فرمان کے مطابق اپنے خُداوند کا اِقرار کرتے ہیں۔ لہٰذا ایمانداروں
کو مناسب ہے کہ مسیح کی کلیسیا میں شامل ہو جاویں اور اُسکے ایماندار پیروی
کُنندگان کے ساتھ ملکر لوگوں کے سامنے اُسکا اِقرار کریں اور اپنے

خُداوند کی خدمت میں اُسکے لوگوں کے ساتھ شریک ہوں۔

زبانی اقرار کے علاوہ عملی زندگی اور چال چلن سے بھی اُسکا اقرار کرنا ضروری ہے۔ اِسکے بغیر زبانی اقرار بالکل بے فائدہ اور بے حقیقت ہے لیکن اگر زبانی اقرار اور عملی زندگی میں موافقت ہو تو اِقرار مُستحکم اور حقیقی ثابت ہوتا ہے۔ یسوع مسیح کو خُداوند کہنا اور اُسکے حکم نہ ماننا بالکل بے فائدہ ہے۔ ہمارے خُداوند نے صاف فرمایا ہے کہ "چراغ جلاکر پیمانے کے نیچے نہیں بلکہ چراغدان پر رکھتے ہیں تو اُس سے گھر کے سب لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے۔ اِسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھکر تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے بڑائی کریں۔"

بابِ چہارم

مسیحی زندگی اور چال چلن

مسیحیت محض کسی عقیدہ یا دستورِ عبادت یا دینی رسوم کو قبول کرنے سے کہیں بڑھکر ہے۔ ہمارے خُداوند یسوع مسیح سے حاصل کی ہوئی وفادار زندگی کا نام مسیحیت ہے۔ ہر ایک سچا مسیحی حقیقی اور روحانی زندگی رکھتا ہے اِس رُوحانی زندگی کے بغیر خواہ کوئی کتنا ہی عابد وزاہد ہو مسیحی نہیں ہوسکتا۔ اِس زندگی کا ثبوت شائستہ چال چلن سے ملنا چاہئے اور ضرور ہے کہ مسیحی کا چال چلن ہمیشہ محبت۔ سچائی۔ راستبازی اور پاکیزگی پرمبنی ہو کیونکہ اِسکے بغیر خواہ دینی رُسوم کی کتنی ہی ہوشیاری سے پابندی اور بجاآوری کی جاوے بالکل بے سود ٹھہریگی۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ "ایمان بھی اگر اُسکے ساتھ اعمال نہوں تو اپنی ذات سے مُردہ ہے۔ اَے اِنسان اُس نے تجھے وہ دکھایا ہے جو کچھ کہ بھلا ہے اور خُداوند تجھ سے اور کیا چاہتا ہے مگر یہ کہ تو اِنصاف کرے اور رحم دلی کو پیار کرے اور اپنے خُدا کے ساتھ فروتنی سے چلے۔"

ہم دیکھ چکے ہیں کہ خدای تعالیٰ نے قدیم الایّام میں اپنے لوگوں کو دس حکموں میں قانونِ زندگی دکھایا اور عنایت فرمایا تھا۔

اِن دس حکموں کے پہلے حصّہ میں اُن فرائض کا ذکر ہے جو انسان پر خدا کے حق میں واجب الادا ہیں اور دُوسرے حصّہ میں وہ فرائض مُندرج ہیں جنکو انسان کے اپنے بنی نوع کے ساتھ باہمی فرائض کہنا چاہئے۔ مسیح نے اِن تمام احکام کا خُلاصہ دو حکموں میں جمع کر دیا اور فرمایا کہ سب چیزوں سے بڑھکر خُدا سے محبت رکھو اور اپنے ہمسایہ سے ایسی محبت رکھو جیسی اپنے آپ سے رکھتے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ مسیحی زندگی کا خاص قانون قانونِ محبت ہے کیونکہ محبت رکھنا شریعت کو پورا کرتا ہے۔ وہ خود حلیم اور دِل کا فروتن تھا لہذا اُسکی پیروی کُنندگان کو حلم اور فروتنی کی ہدایت کی جاتی ہے۔

مسیح ہمارے لئے نمونہ ہے اور کلام اللہ مسیحی زندگی میں ہمارا رہنما ہے جب ہم کلام اللہ میں اور خصوصاً مسیح میں خُدای تعالیٰ کی پاک ذات کا مکاشفہ حاصل کرتے ہیں تو مُناسب ہے کہ رُوح القُدس کی مدد سے اُسکی مانند پاک بننے کی کوشش کریں۔ جب یہہ معلوم کرتے ہیں کہ وہ سچائی کا خدا ہے تو ضرور ہے کہ ہم بھی اپنے تمام اقوال و افعال میں راستی اختیار کریں اور راستی پیشہ ہوں۔ جب ہم دیکھیں کہ وہ سچائی کا خُدا ہے تو لازم ہے کہ ہمارے اقوال

و افعال سے بھی سچائی مترشح ہو اور محبت و رحم اور پاکیزگی کے بارہ میں بھی یہ قاعدہ مرعی رہے۔ یہہ تمام صفات ہمارے دلوں میں جاگزیں ہوکر ہماری عملی زندگی سے ظاہر ہوں۔ پس اگر ہم نے یسُوع مسیح میں نئی زندگی حاصل کی ہے تو ہمارے دِل کلام اللہ سے منوّر ہو جائینگے اور اُن امور کی بجاآوری کی ترغیب ملتی رہیگی جو کہ اُسکی نظر میں پسندیدہ ہیں۔ صادق مسیحی زندگی جسمیں رُوح القُدس کے اِنعام کا صاف اظہار ہو ہمارے خداوند کے دین پر نہایت ہی مستحکم دلیل ہے جسکی تردید کرنا امرِ مُحال ہے۔ ایسی زندگی سے ہم خُدا کا جلال ظاہر کرتے ہیں اور اپنی شاگردی کو پایۂ ثبوت تک پہنچاتے ہیں

———

بابِ پنجم

مسیح کے لئے شخصی خدمت

نہایت مُناسب ہے کہ ہم اپنی عملی صادق زندگی کے وسیلہ سے ہمیشہ مسیح کے "زندہ خطوط" ہوں اور اپنے خُدا کی گواہی دیتے رہیں۔ علاوہ بریں یہہ ہمارا فرض اور حق ہے کہ اُسکی خدمت میں عملی طور پر مشغول ہوں۔ ہمارے خُداوند نے ایک تمثیل میں اس امر کی تعلیم دی ہے۔ چُنانچہ یُوں مرقوم ہے "بیٹا جا آج انگوری باغ میں کام کر۔ ہر ایک کو اُسکا کام" ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی دین کے شروع میں ایسا ہی ہُوا۔ جب اندریاس نے مسیح کو پایا تو وہ پہلے اپنے بھائی شمعون پطرس پاس گیا اور خوشخبری سُناکر اُسے یسُوع پاس لے آیا۔ اسی طرح جب فیلبوس مسیح کا شاگرد بنا تو اُسنے نتھانی ایل سے بلکر کہا "جسکا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے اُسے ہمنے پایا" پھر جب سامری عورت نے مسیح کو پایا تو فوراً جاکر اپنے لوگوں کو خبر دی اور تمام گاؤں کے لوگ اُسکے پاس آئے اور بہت سے اُسپر ایمان لائے۔ یہہ خیال کرنا کہ دُنیا میں مسیح کی بادشاہت کو پھیلانا صرف خادمانِ دین ہی کا حق اور فرض ہے بڑی سخت غلطی ہے۔ جہاں کہیں مسیحی لوگ ایسا خیال کرتے ہیں وہاں

خُداوند کی بادشاہت میں بہت ہی کم ترقی ہوئی ہے۔

اِس مُبارک خدمت میں جو وفاداری اور ہوشیاری و مستعدی سے حصہ لیتے ہیں اُنکو بہت بڑا اجر ملیگا۔ چُنانچہ یُوں مرقوم ہے کہ "جو کوئی کسی گنہگار کو اُسکی گمراہی سے پھیر لائیگا وہ ایک جان کو موت سے بچائیگا اور بہت سے گناہوں پر پردہ ڈالیگا" "اہلِ دانش فلک کی چمک کی مانند چمکینگے اور وہ جنکی کوشش سے بہتیرے صادق ہوگئے ستاروں کی مانند ابدالآباد چمکینگے"

———*———

بابِ ششم

خُداوند کے کام کے لیئے دُنیا

قدیم الایّام میں یہودیوں پر قانوناً و شرعاً فرض تھا کہ اپنی زراعت اور اپنے مواشیوں کا دسواں حصّہ دیویں - یہہ دسواں بنی لاوی کے گذارہ کے لیئے تھا کیونکہ وہ مقدس میں خدمت کرتے تھے - یہودیوں کو یہہ بھی حکم تھا کہ ہر تیسرے سال اپنے مال کی فراوانی کا دسواں حصّہ گذرانیں اور لاوی اور اجنبی اور یتیم اور بیوگان کھائیں اور سیر ہوں تاکہ خُدا بنی اسرائیل کے تمام کاروبار میں برکت بخشے - اگرچہ مسیحی لوگ موسوی شریعت کے پابند نہیں ہیں تو بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کی روشنی سے روشن ہو کر عہد جدید کی رُوحانی برکات اور رُوحانی حقوق حاصل کر کے قدیم زمانہ کے یہودیوں سے کم نہ دیویں -

مسیحیوں کے لیئے مسیح نے خود ایک قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ "تم نے مُفت پایا ہے مُفت دو" - اور پولُس رسول کہتا ہے "ہفتے کے پہلے دن تم میں سے ہر شخص اپنی آمدنی کے موافق اپنے پاس کچھ رکھ چھوڑا کرے"

اِس سے صاف عیاں ہے کہ دینے کا حُکم سب کے لیئے ہے اور ہر ایک کو چاہیئے کہ متواتر باقاعدہ دیوے - اور چونکہ یہہ خُداوند کے رسُول کا فرمان ہے اِسواسطے اُسکے موافق دینا فرض ہے اور یہہ روپیہ روحانی چوپانوں کے گذارہ کے لیئے - کلیسیائی عبادت کے اخراجات - مسیحی دین کی اشاعت و ترقی اور غُربا کی دستگیری کے لیئے ہے -

باب ہفتم

کلام اللہ کو پڑھنا یا سُننا اور اُسپر غور کرنا

ہم پہلے حصّہ کے پہلے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ اگر مومنین پڑھنا جانتے ہوں تو کلام اللہ کو پڑھنا اُنکا حق اور فرض ہے۔ جسطرح جسم کو پرورش مضبوط ہونے اور صحت کی حالت میں رہنے کے لئے مُناسب اور کافی غذا کی ضرورت ہے اِسی طرح اِنسان کی رُوح بھی طاقت و ترقّی کے لئے مُناسب اور باقاعدہ غذا کی مُحتاج ہے۔ چُنانچہ موسوی شریعت میں مُندرج ہے اور ہمارے خُداوند نے بھی اُسکی تصدیق کی ہے کہ اِنسان فقط روٹی ہی کھانے سے جیتا نہیں رہتا بلکہ ہر ایک بات سے جو خُداوند کے مُنہ سے نکلتی ہے جیتا رہتا ہے۔" پھر یُوں بھی لکھا ہے کہ "خالص رُوحانی دودھ کے مُشتاق رہو تاکہ اِسکے ذریعہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے بڑھتے جاؤ۔" خُدا کے کلام پر غور کرتے رہنا اور دُعا کرنا رُوحانی زندگی میں ترقّی اور صحت و قوت حاصل کرنے کے نہایت بڑے وسائل ہیں۔ دُعا کے وسیلہ سے ہم خُدا سے ہم کلام ہوتے ہیں اور اُسکی حمد و شکر گذاری کرتے ہوئے اپنے گناہوں کا

اِقرار کرتے ہیں اور اُسکے حضور میں اپنی درخواستیں گزرانتے ہیں۔ کلام اللہ میں خُدا ہم سے فضل و محبت کے ساتھ کلام کرتا ہے اور وعدوں کے ساتھ حُکم دیتا ہے اور کلام اللہ کو پڑھنے یا سُننے میں ہم اُسکی آواز کے شنوا ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو جسمانی خوراک کی بھوک نہ لگے تو ہم صاف نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ بیمار ہے۔ پس اِسی طرح سے اگر کوئی کلام اللہ کے لئے بھوک محسوس نہیں کرتا تو اِس میں کچھ بھی شک نہیں کہ اُسکی رُوحانی صحت میں خلل آگیا ہے۔ پہلے زبور میں یوں مرقوم ہے کہ "مُبارک وہ آدمی ہے جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا ... بلکہ خُداوند کی شریعت میں مگن اور دن رات اُسکی شریعت پر سوچا کرتا ہے۔" پھر ایک اور مقام پر مرقوم ہے "آہ میں تیری شریعت سے کیسی محبت رکھتا ہوں! میرا سوچ سارے دن اُس ہی میں ہے"

اگر ہم چاہیں کہ خُدا کا کلام ہمارے لئے مُفید ٹھہرے تو چاہئے کہ ہم اُسے بڑے غور و فکر اور تیاری اور دُعا کے ساتھ پڑھیں۔ ایمان و محبت سے قبول کریں اپنے دلوں میں رکھیں اور اُسپر کاربند ہوں۔ اُسکا مطلب سمجھنا ضرور ہے اور اِس امر میں لازم ہے کہ رُوح القدس ہم کو منوّر کرے اور کمال توجہ اور فرمانبرداری کے ساتھ سُنیں۔ "میں سُنونگا کہ خُداوند کیا فرماتا ہے۔" کلام اللہ کو سمجھنے اور اُسکے اِلہام پر یقین حاصل کرنیکی یہ ضروری شرط ہے۔ چُنانچہ یسوع فرماتا ہے کہ اگر کوئی اُسکی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اِس تعلیم کی بابت جان جائیگا

کہ خدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہتا ہوں۔" ہمیں چاہئے کہ جو اوامر و نواہی کلام اللہ میں مندرج ہیں اُن پر خوب لحاظ کریں اور اُن کے پابند رہیں اور کلام اللہ کے وعدوں کو بھی خوب یاد رکھیں تاکہ اُن سے فائدہ اُٹھائیں اور استقامت و آرام حاصل کریں۔

بابِ ہشتم

دُعا اور روزہ

دُعا۔ دُعا کرنا دین کے بُنیادی فرائض میں سے ہے اور علاوہ بریں مسیحی کے نہایت بیش بہا حقوق میں سے ایک حق ہے تاکہ وہ مسیح کے وسیلہ سے فروتنی کے ساتھ اپنے خدا کے نزدیک پہنچ جائے اور اپنی دلی آرزوؤں کو اُسکے حضور میں پیش کرے جس طرح بچہ اپنے والدین سے اپنی ضروریات کا بیان کرتا ہے۔ الہٰی کبر ملکر کے احساس سے اور خدا کو اپنا خالق و حافظ اور نجات دہندہ جاننے سے جو کیفیت دل پر طاری ہوتی ہے اُسی کا نام دلی دینداری ہے۔ پس دُعا اُن آرزوؤں کے لفظی یا غیر لفظی اظہار کا نام ہے جو اِس مذکورہ بالا کیفیت کے وسیلہ سے دل میں جوش مارتی ہیں۔ خدا کی پاکیزگی پر نظر کرکے ہم اُسکی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ اُسکی نیکی پر نگاہ کرکے ہم اُسکا شکر بجالاتے ہیں۔ اپنی گنہگاری پر لحاظ کرکے ہم اپنے گناہوں کا کمال فروتنی سے اقرار کرتے ہیں اور معافی و مغفرت کے خواستگار ہوتے ہیں اور اپنی اور دُوسروں کی حاجات کو محسوس کرکے ہم طرح طرح کی درخواستیں کرتے ہیں یہ سب باتیں دُعا سے نہایت ضروری اور اہم واسطہ رکھتی ہیں۔ قابلِ اجابت دُعا

کے لیئے بُنیادی شرائط دو ہیں :- (۱) ضرور ہے کہ دُعا یسوعؔ کے نام سے ہووے۔ خُدا اور اِنسان کے درمیان جو جُدائی گُناہ کے سبب سے پیدا ہوگئی تھی وہ یسوعؔ کے خُون کے وسیلہ سے دور ہوگئی اور اِسلیئے گُنہگار اِنسان کی رسائی خُدا کے حضور میں ہوسکتی ہے۔ یسوعؔ کے نام سے دُعا کرنا یہہ معنے رکھتا ہے کہ ہم کسی اپنی خوبی اور حق کی بُنیاد پر دربار ایزدی میں نہیں جاتے بلکہ اُسکے حقوق اور اُسکی خوبیوں کی بنا پر ہم اپنی درخواستوں کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن مسیح کے نام سے دُعا کرنے کا مطلب اور بھی عمیق ہے۔ نام شخص کا قائم مقام ہے اور یسوعؔ کے نام سے مانگنا اُسکی زندگی اور محبت میں شریک ہوکر عرض کرنا ہے۔ (۲) ضرور ہے کہ دُعا ایمان کے ساتھ ہووے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ جو کچھ تم دُعا میں مانگتے ہو یقین کرو کہ تم کو مل گیا اور تمہارے لیئے ہوجائیگا۔ "مگر ایمان سے مانگے اور کچھ شک نہ کرے کیونکہ شک کرنیوالا سمندر کی لہر کی مانند ہوتا ہے جو ہوا سے بہتی اور اُچھلتی ہے۔ ایسا آدمی یہ نہ سمجھے کہ مجھے خُداوند سے کچھ ملیگا۔" یقین کرنے سے پیشتر ہمیں یہ معلوم کرنا ضرور ہے کہ خُدا کی مرضی کیا ہے کیونکہ یقین کرنا اُس رُوح کا کام ہے جس نے اپنے آپ کو بالکل کلام اللہ اور رُوح القُدس کے حوالے کردیا ہو۔

کلام اللہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قابلِ اجابت دُعا کی چند خاص

علامات ہیں۔ (۱) راستباززندگی۔ چُنانچہ لکھا ہے کہ "جو اپنے کان کو پھیر لیتا ہے تاکہ شریعت کو نہ سُنے اُسکی دُعا بھی نفرت انگیز ہوگی۔" (۲) معاف کرنے کی طبیعت۔ "جب کبھی تم کھڑے ہوئے دُعا مانگتے ہو اگر تمہیں کسی سے کچھ شکایت ہو تو اُسے معاف کرو تاکہ تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارے قصور معاف کرے۔" (۳) سچی اور حقیقی دُعا میں ہمیشہ یہ شرط مذکور یا مفہوم ہوتی ہے کہ اگر "خُدا کی مرضی ہو"۔ یہہ نہایت مناسب اور معقول شرط ہے کیونکہ خُدا جانتا ہے کہ ہمارے لیئے کیا بہتر ہے اور ہم خود نہیں جانتے۔ کلام اللہ میں بھی ہم کو اِس امر کی تعلیم دی گئی ہے چُنانچہ باغ میں دُعا کرتے وقت مسیح نے خود یُوں کہا کہ "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو۔" (۴) خُدا کے حضور میں جاتے وقت ہم ہمیشہ فروتن اور خاکسار ہوں۔ کیونکہ یہہ بھی لکھا ہے کہ "خُدا مغروروں کا مقابلہ کرتا ہے مگر فروتنوں کو توفیق بخشتا ہے۔"

دُعا کے بارہ میں ہم کسی خاص ترتیب یا مقررہ الفاظ کے پابند اور مقید نہیں ہیں بلکہ پوری آزادی ہے۔ ہمارے خداوند نے اپنے شاگردوں کو ایک چھوٹی سی دُعا سکھائی تھی جو کہ ہماری دُعاؤں کے لیئے نہایت عمدہ نمونہ ہوسکتی ہے۔ اِس میں خُدا کو اول درجہ دیا گیا ہے۔ اُسکا نام اُسکی بادشاہت اور اُسکی مرضی ہماری ضروریات اور درخواستوں پر مقدم ہیں۔ ہم کو یہ تعلیم دی گئی

ہے کہ اپنی درخواستوں کو دعا و منت اور شکرگزاری کے ساتھ خدا کے
حضور میں پیش کریں اور یقین کریں کہ ہمارا پر از محبت آسمانی باپ
وہ سب چیزیں ہمکو عنایت فرماوے گا جو اُسکے فرزندوں کے لئے بہتر
اور فائدہ مند ہیں۔

کلام اللہ سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ ہم کس طرح دُعا کریں خصوصاً
ہر ایک سادہ دل کی دُعا میں ہدایت کرتا ہے کہ کیا کہے۔ زبوروں سے ہمیں
دُعا کے باب میں خاص ہدایت ملتی ہیں۔ کیا کوئی گناہ کے سبب سے خستہ
خاطر ہے؟ ۵۱ ویں زبور میں اُسے توبہ کا اظہار کرنے اور گناہوں کی معافی
مانگنے کے لئے مناسب الفاظ ملینگے۔ کیا کسی کا دل خدا کے احسان و رحم کے لئے
شکرگزاری سے معمور ہے؟ ایکسو تیسرے زبور کے الفاظ میں وہ اپنی شکر
گزاری کا اظہار کر سکتا ہے۔

اس امر کی کچھ ضرورت نہیں کہ ہر روز کسی خاص دُعائیں دہرائی جائیں لیکن
اگر کوئی خدا کے حضور میں چیدہ الفاظ استعمال کرنا چاہے تو ایسی دُعاؤں کو
کام میں لاسکتا ہے۔ ہمارے لئے اوقات دُعا مقرر نہیں ہیں اور کلام اللہ میں یہ
نہیں لکھا کہ ہمکو دن بھر میں کتنی بار دُعا کرنا چاہئے لیکن خداوند نے یہودیوں کو صبح و
شام قربانی گذراننے کا حکم دیا تھا اور نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم صبح و
شام تو ہم خدا کے سامنے دُعا میں جھکیں۔ صبح کی دُعا میں خدا سے عرض کریں کہ ہمکو اور دوسرے

لوگوں کو اُسکی مرضی کے موافق دن بسر کرنے کیلئے اُسکا فضل، ہدایت اور برکت عنایت ہو۔
شام کی دُعا میں کمال عجز و انکسار کے ساتھ اپنے گناہوں کا اقرار کریں، معافی
مانگیں اور شکرگزاری کے ساتھ خدا کے دائمی رحم کو یاد کریں اور اس زندگی
میں ہمیشہ اُسکی خدمت کو مدنظر رکھیں۔

کلام اللہ میں ہم کو تعلیم دی گئی ہے کہ "ہر وقت دُعا مانگتے رہنا چاہئے"
اور "بلا ناغہ دُعا مانگو" اِسکا مطلب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے دل میں خدا کی
حضوری کو محسوس کرتے رہیں اور دُعا کی رُوح کبھی ہم سے جُدا نہ ہو۔ جب
ہم خدا کا خیال کریں تو ہماری دلی آرزوئیں جنکو وہ خوب جانتا اور سمجھتا
ہے مذکور یا مفہوم الفاظ کے ذریعہ سے اُسکے حضور میں پہنچیں۔

روزہ۔ موسوی شریعت میں یہودیوں کو حکم تھا کہ سال میں ایک دن
یعنی کفارہ کے بڑے دن پر روزہ رکھیں۔ عہد جدید میں روزہ رکھنے کا کوئی
حکم پایا نہیں جاتا ہے۔ جب مسیح سے یہ شکایت کی گئی کہ "تیرے شاگرد روزہ
نہیں رکھتے" تو اُسنے فرمایا کہ "موجودہ حالت میں اُنہیں روزہ رکھنا مناسب
نہیں ہے" لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ وقت آئیگا جب میں اُنکے
درمیان سے اُٹھا لیا جاؤنگا اور تب وہ روزہ رکھیں گے۔ مسیح نے روزہ
رکھنے کے متعلق ہدایات فرمادی ہیں کہ تمہارے روزے فریسیوں کے روزوں
کی مانند نہ ہوں جو لوگوں سے تحسین و آفرین کے جویاں تھے بلکہ غیب دان

خدا کے لئے اپنے روزوں کو پوشیدہ رکھو۔

خداوند کی تعلیم سے ہم صاف دیکھتے ہیں کہ روزہ رکھنا امرِ مجبوری نہیں ہے بلکہ اِنسان کی مرضی پر موقوف ہے اور رنج و غم کی حالت میں مُناسب و زیبا ہے۔ جب ہم اپنے گُناہوں پر نادم و پشیمان ہوتے ہیں اور دینی تنزل پر غم کھاتے ہیں تو روزہ رکھنا انسب ہے۔ روزہ جسمانی طبیعت کو مغلوب کر کے رُوحانی مزاج کو غلبہ بخشتا ہے اور خُدا کے حضور میں عجز و اِنکسار کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ خصوصاً دُعا اور غور و فکر کی طرف لیجاتا ہے۔ اِنجیل شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں کے زمانہ میں مسیحی لوگ روزہ رکھتے تھے اور پولُس رسول خود روزہ رکھتا تھا۔ اِس سے بعد کے زمانہ میں بھی بعض دیندار مسیحی خادم الدینوں نے بعض اوقات دُعا و روزہ کی باہم تعلیم دی ہے۔ اگر ریاکاری سے خالی ہو کر محض خُدا ہی کی خوشنودی کے لئے پوشیدگی میں روزہ رکھا جاوے تو جائز اور مُفید ہے۔

جسم رُوح کا خادم ہے اور مسیحی پر فرض ہے کہ رُوحانی ترقی کے حصول کی غرض سے پاکیزہ و بے عیب زندگی بسر کرنے۔ اپنی خودی پر ضابطہ ہونے اور پرہیزگاری کے وسیلہ سے جسم کو قابو میں رکھنے کے لئے روزہ رکھے۔ چنانچہ پولُس رسول فرماتا ہے کہ "ہر پہلوان سب طرح کا پرہیز کرتا ہے۔ میں اپنے بدن کو مارتا کوٹتا اور اُسے قابو میں رکھتا ہوں۔"

بابِ نہم

خُفیہ و خاندانی اور جماعتی عِبادت

خُدا ہمارا خالق و حافظ و نجات دہندہ ہے اور اُسکی تعظیم کرنا ہم پر فرض ہے چنانچہ مسیحی عِبادت تعظیمی عِبادت ہے۔ اُسکو خُفیہ و خاندانی اور جماعتی عِبادت یعنی تین حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱- خُفیہ عِبادت - ضرور ہے کہ ہر ایک مسیحی کے لئے خاص وقت اور خاص جگہ ہو تاکہ وہ تنہائی میں دروازہ بند کر کے عبادت کرے یعنی پوشیدگی میں اپنے آسمانی باپ سے دُعا کر سکے اور اپنے خالق و مالک خُدائے تعالیٰ سے صحبت رکھ سکے۔ پوشیدگی میں دُعا کرنا اور کلامُ اللہ پر سوچتے رہنا نیکی میں ترقی کرنے اور روحانیت میں قوت پانے کے اعلیٰ وسائل ہیں۔ جو اِن وسائل سے غافل ہو کر اِن کو کام میں نہیں لاتا وہ پختہ و وفادار مسیحی نہیں ہو سکتا۔

۲- خاندانی عِبادت - خُداوند نے ابرہام کے حق میں فرمایا تھا کہ "مَیں اُسکو جانتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹوں اور اپنے بعد اپنے گھرانے کو حکم کریگا اور وہ خُداوند کی راہ کی نگہبانی کر کے عدل اور انصاف کرینگے۔" یہ نہایت

مناسب ہے کہ تمام خاندان ہر صبح وشام جمع ہو اور اگر کوئی پڑھنا جانتا ہو تو کلام اللہ کا کوئی حصہ پڑھا جاوے اور اُسکے بعد باپ یا کوئی اور ایماندار دُعا کرے۔

صبح کے وقت اس بات کے لئے شکرگزار ہونا چاہئے کہ خدا نے رات بھر خبرگیری اور حفاظت کی اور دن بھر کے لئے فضل و ہدایت کی درخواست کرنا مناسب ہے تاکہ ہم وفاداری سے اپنے خداوند کی خدمت و تعظیم کریں اُنکے لئے بھی دُعا کرنا اور خدا سے رحم و فضل کی درخواست کرنا چاہئے جنہوں نے نجات مسیح کو حاصل نہیں کیا اور شام کے وقت مناسب ہے کہ ہم دن بھر کی برکتوں اور نعمتوں کے لئے شکرگزار ہوں۔ اپنے گناہوں اور تقصیروں کی معافی مانگیں اور اپنے تمام عزیزوں اور اپنے آپ کو اُس جل جلالہٗ کی حفاظت میں دیدیں جو کبھی سوتا اور اونگھتا نہیں۔

یہ بھی بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خداوند یسوع مسیح کے نمونہ کے موافق کھانے پر خدا کی برکت مانگیں اور اُسکا شکر کریں۔ یرمیاہ نبی نے اُن خاندانوں پر لعنت کی جو خدا کو بھول گئے۔ چنانچہ یہ مرقوم ہے کہ "اسکے خداوند اُن قوموں پر جو تجھے نہیں جانتیں اور اُن گھرانوں پر جو تیرا نام نہیں لیتے اپنا قہر اُنڈیل دے"۔

۳- جماعتی عبادت۔ جماعتی عبادت سے یہ مراد ہے کہ خدا کی عبادت کے لئے مسیحیوں کی جماعت ایک جگہ جمع ہو۔ کلام اللہ کا کوئی حصہ پڑھا جاوے

اور واعظ حاضرین کی بہتری کے لئے اُسکی تشریح کرکے اُنکی عملی زندگی اور چال چلن پر عائد کرے۔ سب ملکر خدا کی حمد وثنا میں گیت گاویں اور واعظ و سامعین دُعا میں شریک ہوں۔ عبادت کے ساتھ یہ بھی بہت مناسب ہے کہ خداوند کی خدمت کے لئے اپنے روپیہ پیسہ سے بھی نذریں گذرانیں قدیم الایام میں عبادت خانہ میں عبادت کے وقت باجے بھی بجتے تھے اور ہم مانتے ہیں کہ خدا کی حمد وثنا کی عبادت میں باجے بہت مفید اور معین ہیں

یہ بات بھی بہت مناسب و مفید اور کلام اللہ کے موافق ہے کہ ایماندار ملکر جلسے کیا کریں جنمیں آزادی سے دُعائیں کی جاویں۔ کلام اللہ کی تشریح اور نصیحت ہو اور جیسے روح ہدایت کرے وہ خدا کی حمد وستائش کے لئے کوئی گیت پیش کرے۔ دُعا اور مشورت کے لحاظ سے ایسے جلسے ایمانداروں کے لئے بہت ہی مفید ہیں کیونکہ یہ باہمی رفاقت کا وسیلہ اور اطمینان کا سرچشمہ اور روحانی ترقی کا ذریعہ ہیں اور کلام اللہ سے بھی ہمکو یہ ہدایت ملتی ہے کہ "ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہونے سے باز نہ آئیں جیسا کہ بعض لوگوں کا دستور ہے بلکہ ایک دوسرے کو نصیحت کریں"۔

بابِ دہم

مسیحیوں کا روزِ مقدس

ابتدائے عالم ہی سے خدای تعالٰی کو پسند آیا کہ بنی آدم کو آرام اور اپنی عبادت کے لئے باقاعدہ وقت مقرر کردے چنانچہ اُس نے اِس غرض سے ایک خاص دن جُدا کر دیا۔ خلقِ عالم کے کام کو تمام کرنے پر ساتویں روز خدا نے کام سے فرصت پائی اور آرام کیا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ اُسنے ساتویں دن کو برکت دی اور اُسے مُقدس ٹھہرایا۔ دس احکام جو خدا نے اپنے ہاتھ سے پتھر کی تختیوں پر لکھے اُن میں سے چوتھا حکم روزِ سبت کے بارے میں تھا۔ یہ خلقِ عالم کے کام کے اِتمام کی یادگار قائم رہتی ہے تاکہ بنی آدم خدا سے اپنے خالق و مخلوق کے رشتہ کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھیں جوکہ دین کی بنیاد ہے کیونکہ خدا ہی نے ہم کو بنایا ہے نہ کہ ہم نے اپنے آپ کو۔

ہمارے وقت کا ساتواں حصّہ یا سات دنوں میں سے ایک دن مقدس ٹھہرایا گیا ہے۔ رسولوں کے زمانہ میں انکی منظوری سے روزِ مقدس ہفتے کے ساتویں دن کی جگہ پہلا دن مقرر ہوا تاکہ ہمارے خداوند کے جی اُٹھنے کی

یادگار قائم ہو کیونکہ وہ اپنی مکرر پیشینگوئی کے مطابق گناہ کے کفارہ کے کام کو پورا کرکے جسپر ہماری نجات کی اُمید کا دارومدار ہے ہفتے کے پہلے روز مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ اِس عظیم الشان واقعہ کے وسیلہ سے اُسنے اپنے کلام کی صداقت پر مُہر کی اور ہماری اُمید اور توکل کی یقینی بُنیاد رکھی۔ اس بڑی قربانی کے قبول ہونے پر گویا یہ خدا کی طرف سے مُہر ہے اور ایسا امر ہے جسپر رسولوں نے خاص طور سے بہت زور دیا ہے۔ اِس دن کی تبدیلی ہمارے خداوند کے جی اُٹھنے کے بعد اُسکے مکرر ظہور سے مبارک ہے اور رسولوں سے بھی عیاں ہے اور اُسوقت سے لیکر مسیحی کلیسیا ہمیشہ اسکو مانتی چلی آتی ہے۔

لفظ سبت کے معنی ہی آرام ہیں اور پانچویں حکم کی عبارت یہہ ہوسکتی ہے کہ "آرام کے دن کو پاک رکھنے کے لئے یاد رکھ۔" اِس حکم ہی میں دو لفظ آرام اور پاک ایسے موجود ہیں جن سے ہم کو اس امر کی ہدایت مل سکتی ہے کہ اِس روزِ مقدس کو کس طرح سے ماننا چاہئے۔ چونکہ یہہ آرام کا دن ہے اسلئے جہانتک ہوسکے ہفتے کے معمولی کاروبار سے کنارہ کرنا چاہئے تاکہ دُنیاوی تکلیفوں سے آرام پاویں۔ چونکہ یہ دن پاک ہے اِس لئے یہ دُنیاوی تفریح کے لئے نہیں بلکہ اِسکا پاک استعمال ہونا چاہئے۔ یا یوں کہیں کہ یہہ روز عام استعمال سے الگ اور پاک استعمال اور خدا کی خدمت کے لئے مخصوص ہے۔ سبت پاک آرام کا دن ہے جسمیں ہم کو خدا و عاقبت و

فرائض اور آسمان کا خیال کرنا چاہئے۔

قدیم الایام میں سبت کا روز خدا اور اُسکے لوگوں میں نشان تھا اور اِس زمانہ میں ہدایت دیا ہے کہ مسیحیوں کا روزِ مقدس یا خداوند کا دن اُسکے مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور موت و قبر پر فتح پانے کی یادگار میں مسیح اور اُسکے لوگوں کے درمیان ایک نشان ہو۔ سبت کی پابندی کرنے والوں کو بھی بڑی بڑی برکات کے وعدے دیئے گئے تھے اور اگر روزِ مقدس کو خراب کیا جائے اور اُس سے غفلت ورزی ہو تو دین میں ترقی نہیں ہو سکتی۔

باب یازدہم

نکاح اور طلاق

اِنسان کی بیگناہی کی حالت میں خدا نے باغِ عدن میں نکاح کی رسم کو قائم کیا اور فرمایا کہ "اچھا نہیں کہ آدم اکیلا رہے۔ میں اُسکے لئے ایک ساتھی بناؤنگا۔" پس اُس نے آدم کی ایک پسلی لیکر اُس سے ایک عورت بنائی اور اِس طرح حوّا کو پیدا کیا اور اُسے آدم کے پاس لایا تاکہ اُسکی ساتھی ہو۔ نکاح کی بُنیاد مرد و عورت کی باہمی رفاقت پر ہے تاکہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں اور اِنسانی نسل قائم رہے اور ناپاکی کے گناہوں سے محفوظ رہیں لہذا نکاح کرنا ہر طرح سے عزت کے لائق ہے اور بستر پاک رکھنا ہے۔

مسیح نے جائز تجرّد کی چند صورتیں بیان فرمائی تھیں اور پولُس رسول کی تعلیم یہہ ہے کہ مُصیبت اور تکلیف کی حالت میں مجرّد رہنا بہتر ہے۔ نکاح ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان اور عمر بھر کے لئے ہونا چاہئے یعنی جب تک وہ دونوں زندہ رہیں۔ لیکن اگر ایک مر جائے تو دوسرے کو اور نکاح کر لینے کی اجازت ہے۔ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو اُسے

صرف ایک ہی جورو دی جو کہ تمام بنی آدم کی ماں تھی۔ ہمارا خداوند اِس حقیقت کی طرف توجہ دلاتا اور فرماتا ہے کہ "اِسی سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جُدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہیگا اور وہ دونوں ایک جسم ہونگے"۔

طلاق کے جواز کے لئے صرف دو سبب ہیں۔ پہلا سبب زناکاری ہے جسکی بناپر دونوں میں سے بیگناہ کو یہہ حق حاصل ہے کہ دوسرے کو طلاق دیدے۔ دُوسرا سبب قصداً ترک کرنا اِسلئے کہ ترک شدہ مسیحی ہوگیا جس حالت میں پُولُس رسول فرماتا ہے کہ ایماندار شوہر یا ایماندار بیوی پابند نہیں ہے۔

نکاح کے وسیلہ سے شوہر اور بیوی کا رشتہ اِنسانی تواریخ میں سب سے نزدیکی اور پاک رشتہ ہے اور ہرگز ہرگز مُناسب نہیں کہ کوئی اِس رشتہ کو بے پروائی سے اور کوتاہ اندیشی یا جسمانی خواہشات کے غلبہ کے سبب سے اختیار کرے بلکہ واجب و لازم ہے کہ کمال ادب و تمیز و سنجیدگی و پاکیزگی اور خُدا کے خوف کے ساتھ اختیار کیا جاوے اور ایماندار کا نکاح ایماندار ہی کے ساتھ ہونا چاہئے۔ کلام اللہ میں نکاح کا رشتہ مسیح اور اُسکے لوگوں میں باہمی روحانی قُربت سے مُشابہ بیان کیا گیا ہے اور اسی واسطے ہمکو یہہ تعلیم دی گئی ہے کہ "اَے شوہرو اپنی بیبیوں سے

محبت رکھو جیسے کہ مسیح نے بھی کلیسیا سے محبت کرکے اپنے آپ کو اُسکے واسطے موت کے حوالے کر دیا۔ اِسی طرح شوہروں کو لازم ہے کہ اپنی بیبیوں سے اپنے بدن کے مانند محبت رکھیں بیبیوں کو بھی حکم ہے کہ اپنے شوہروں کے تابع رہیں جیسی کہ خُداوند کے تابع رہتی ہیں۔ بیوی کو چاہئے کہ اپنے شوہر کا ڈر مانے"۔ وہ مسیحی نکاح جسکی بُنیاد باہمی محبت اور رفاقت پر ہے اور جس میں میاں بیوی دونوں مسیح کی خدمت میں متفق ہیں اسی جہان میں بہشت کی بہترین نظیر اور مثال ہے۔

بابِ دوازدہم

خُداوند کی آمدِ ثانی کے لِئے تیار رہنا

کلام اللہ میں یہہ تعلیم نہایت صفائی اور صراحت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ خُداوند یسوع مسیح آسمان کے بادلوں پر پھر آئیگا تاکہ اپنے لوگوں کو اپنے ساتھ رہنے کو لے جائے۔ خُدا کا نرسنگا پھونکا جائیگا اور جو ایمان کے ساتھ مرگئے ہیں پھر جی اُٹھینگے اور زندہ ایماندار چشم زدن میں تبدیل ہوکر جلالی بن جائینگے اور آنکے فانی جسم بقا کو پہن لینگے اور فضا میں اپنے خُداوند سے ملاقات کرنے کے لِئے سب کے سب بادلوں پر اُٹھا لئے جائینگے اور ہمیشہ تک اپنے خُداوند کے ساتھ رہینگے۔ پھر ہم کو یہہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ خُداوند یسوع مسیح ظاہر ہوگا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ "خُداوند یسوع اپنے قوی فرشتوں کے ساتھ بھڑکتی ہوئی آگ میں آسمان سے ظاہر ہوگا اور جو خُداوند کو نہیں پہچانتے اور ہمارے خُداوند یسوع مسیح کی انجیل کو نہیں مانتے اُنسے بدلہ لیگا۔" پھر یوں بھی مرقوم ہے کہ "خُداوند ساری دُنیا کا بادشاہ ہوجائیگا اُس دن ایک خُداوند ہوگا اور اُسکا نام ایک ہوگا۔"

ہم کو یہہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ اُسکے آنے کا وقت کوئی نہیں جانتا کیونکہ

اُسکا آنا رات کو چور کے آنے کی مانند ناگہان ہوگا لیکن پھر بھی جب وہ آئیگا تو اُسکا آنا ایسا ظاہر و عیاں ہوگا جیسے آسمان میں بجلی۔ بے ایمان لوگ بے پروائی کی حالت میں دنیوی کاروبار اور نفسانی لہو و لعب میں مشغول ہونگے جیسے نوح کے زمانہ میں تھے جبکہ طوفان آیا اور وہ سب ہلاک ہوگئے اور آخری دنوں میں ٹھٹھا باز ظاہر ہونگے جو اپنی خواہشوں کے موافق چلینگے اور کہینگے کہ اُسکے آنیکا وعدہ کہاں گیا؟ بخلاف اِسکے ایمانداروں کو چاہیے کہ منتظر رہیں اور ہمیشہ اُس عظیم الشان واقعہ کے لِئے تیار رہیں۔ "کیونکہ ہمارا وطن آسمان پر ہے اور ہم ایک مُنجی یعنی خُداوند یسوع مسیح کے وہاں سے آنے کے انتظار میں ہیں۔ وہ اپنی اُس قوت کی تاثیر کے موافق جس سے سب چیزیں اپنے تابع کرسکتا ہے ہماری پست حالی کے بدن کی شکل بدل کر اپنے جلال کے بدن کی صورت پر بنائیگا۔"

خُداوند کے ظہور کے لِئے تیار رہنے کی خاطر ضرور ہے کہ ہم فی الحقیقت اُسکے لوگ ہوں اور راستبازی و پاکیزگی کی زندگی بسر کریں اور جو شخصی خدمت اُسنے ہمارے لِئے مقرر کی ہے اُس میں دل و جان سے مشغول رہیں۔ مسیح کا حکم اُن خادموں کے لِئے جنہیں اُسنے مال سپرد کیا یہہ ہے کہ "میرے آنے تک لین دین کرو۔" اِسکا مطلب یہ ہے کہ اُسکے ظہورِ اقدس کے وقت تک ہم اپنی تمام طاقتوں اور لیاقتوں کو اُسکی خدمت میں

صرف کرتے رہیں۔ خصوصاً ہم ہمیشہ اُن تمام باتوں سے پرہیز کریں اور دور رہیں جنکا نتیجہ شرم و ندامت ہوگا اگر خداوند ناگہاں آجائے اور ہم کو اُن میں مشغول پاوے۔ چنانچہ کلام اللہ میں مرقوم ہے "کیونکہ خدا کا وہ فضل ظاہر ہوا ہے جو سارے آدمیوں کی نجات کا باعث ہے اور ہمیں تربیت دیتا ہے تاکہ بیدینی اور دُنیوی خواہشوں کا انکار کرکے اِس موجودہ جہان میں پرہیزگاری اور راستبازی اور دینداری کے ساتھ زندگی گذاریں اور اُس مبارک اُمید یعنی اپنے بزرگ خدا اور مُنجی یسوع مسیح کے جلال کے ظاہر ہونے کے منتظر رہیں جس نے اپنے آپ کو ہمارے واسطے دیدیا تاکہ فدیہ ہوکر ہمیں ہر طرح کی بیدینی سے چھڑالے اور پاک کرکے اپنی خاص مِلکیت کے لئے ایک ایسی اُمت بنائے جو نیک کاموں میں سرگرم ہو۔"

ططس ۲: ۱۱-۱۴

تمت بالخیر

مشن پریس الہ آباد